سلسلہ نقشبندیہ کی معروف نسبتیں
اور اُن کا

طریقۂ سیر وسلوک

مع

ترجمہ رسالہ شیخ المشائخ سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف:
محمّد طیّب
فاضل درسِ نظامی و تخصص
جامعہ دار العلوم کراچی
خطیب جامع مسجد گورنر ہاؤس کوئٹہ

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
فون نمبر: 0812662222

حضرت مولانا

مفتی محمد طیب

فاضل و مختص جامعہ دارالعلوم کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اصلاح
افادات	:	
مرتب	:	حضرت مولانا مفتی محمد طیب
کمپوزنگ	:	
صفحات	:	128
سن طباعت	:	جولائی 2023ء
تعداد طبع اوّل	:	1100
قیمت	:	-/
ناشر	:	م کتبہ

ملنے کا پتہ

معروف مکتبوں سے طلب فرمائیں

رابطہ نمبر:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے صرف اس ایک نعمت کا بھی جسقدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اکابر اولیاءِ کرام بالخصوص اکابرِ سلسلۂ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خاص طور پر بندہ کے مرشد حضرت خواجہ عبدالحی سید پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی) کی توجہات وعنایات نصیب فرمائیں، والحمدللہ علیٰ ذالک۔ پھر مختلف سلاسل اور خاص طور پر سلسلۂ نقشبندیہ کی متعدّد نسبتوں سے گزارنے کے بعد ان کا فرق بندہ پر واضح فرمایا، الحمدللہ، کئی موقعوں پر غیبی مددوں کے ذریعے محض اپنے فضل سے بندہ کی دستگیری فرمائی، مثلاً سیر وسلوک کے مختلف مرحلوں سے کئی مرتبہ گزرنے کی وجہ سے یہ شاہراہ اسقدر طویل محسوس ہوئی کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ معلوم نہیں زندگی کس قدر ہے، اور مراحلِ سلوک ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے، جس مقصد کے لئے میں اس میں آیا ہوں یعنی ایک مثل وبے مثال ذات کا عبادت میں دھیان نصیب ہوجانا، معلوم نہیں سلوک کی ترتیب سے اس تک پہنچنا نصیب ہو بھی یا نہیں، لہٰذا سلوک کے مراحل اور لطائف کے فرق کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دھیان کے ساتھ عبادت اور ذکر وفکر کیا جائے۔ لہٰذا اسی ترتیب سے مشغولیت شروع کردی، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل سے رہنمائی فرمائی اور جلد ہی رؤیا صالحہ کے ذریعے اس طرح متنبّہ فرمایا کہ خواب میں رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک قاصد بندہ کے پاس آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام لاتا ہے کہ مراحل ومقامات سمجھ سمجھ کر مراقبہ کیا کرو (اَوْ کما قال) الحمدللہ تعالیٰ۔ پھر وقت گزرنے کے بعد اپنے مذکورہ خیال کا غلط اور باطل ہونا بھی سمجھ آیا، اور اللہ تعالیٰ نے جو رہنمائی فرمائی اس کی اہمیت بھی کھلی آنکھوں واضح ہوئی۔ الحمدللہ۔

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ آئی کہ عبادت بالخصوص سلاسلِ طریقت کا ذکر وفکر اسطرح کیا جائے کہ اپنے باطن میں توجُّہ الی اللہ پیدا ہونے والے مقام کو پہچانا جائے، اور پھر وہ توجُّہ جس مرحلے میں ہو اُس کو بھی سمجھا جائے تو اسطرح عبادت میں خشوع بھی پیدا ہوتا ہے، کیفیتِ احسان اپنی استعداد کے مطابق ظاہر بھی ہوتی ہے اور تیزی سے ترقی بھی کرتی ہے، ورنہ سالک خیرُ القرون جیسے بلند و مؤثر صحبت نہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی مقام اور مرحلے میں رہتا ہے، قرب و سبقت کی احسانی نعمت کی ترقی سے محروم رہتا ہے۔

لہٰذا بندہ نے اپنے ذکر کے دوستوں اور راہ طریقت کے سچے سالکین کی آسانی اور انشراح کے لئے ضروری سمجھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اکابر طریقت کے جن علوم کو بندہ پر واضح فرمایا اُن کے ضروری اور قابل تحریر حصّے کو ترتیب سے لکھ دیا جائے، اور آسان سے آسان اسلوب رکھا جائے، لیکن ظاہر ہے کہ جو علوم انتہاء سے تعلق رکھتے ہیں وہ جسقدر بھی آسان اسلوب میں لکھے جائیں مبتدی اور متوسط کے لئے مشکل ہوتے ہیں، لہٰذا بندہ کی اپنے دوستوں سے درخواست ہے کہ کتاب کا ایک مرتبہ توجہ کے ساتھ مطالعہ کریں، جو باتیں اپنے متعلقہ مرحلے سے آگے کی ہوں ان پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ کتاب میں مختلف مقامات میں ایسے اصول وضوابط بھی بیان ہو گئے ہیں الحمدللہ کہ وہ مبتدی، متوسط اور منتہی سب کے لئے راہنمائی کا ذریعہ ہو سکتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ، لہٰذا اسطرح کے اہم اصول کو نشان زدہ کیا جائے، یا الگ سے کسی کاپی میں اپنے پاس محفوظ کرلیا جائے، اور وقتاً فوقتاً ان کو پڑھا جائے، تاکہ بوقتِ ضرورت کام آسکیں۔

اس کتاب میں اکابرِ سلسلۂ نقشبندیہ کی معروف نسبتوں اور ان کے ذریعے سیر وسلوک کے مرحلوں کو بیان کیا گیا ہے، اور شروع میں ترتیب وتفصیل کے ساتھ سیر وسلوک کے مرحلے اُس طریقے سے بیان کئے گئے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور اکابر اولیاءِ کرام کی برکت سے بندہ پر واضح فرمائے، اور اسی ترتیب سے بندہ کے اکثر ساتھی سیر وسلوک میں مشغول ہیں، الحمدللہ رب العلمین۔

اس کتاب میں کیفیتِ احسان کی وہ نسبت اور اُس کے مراحل بھی بیان کئے جارہے ہیں جو بندہ کو براہِ راست اویسی طور پر رحمتِ عالَم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عنایت فرمائے گئے، اُس نسبت کے مطابق ذکر وفکر کا طریقہ اور اُس کے اہم مرحلوں کی طرف راہ نمائی بھی اُسی مبارک ومقدّس وکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نصیب ہوتی رہی ہے۔ الحمدللہ۔ **اللهم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله۔**

چونکہ یہ نسبت کتاب میں مذکور نسبتوں اور اُن کے سیر وسلوک کے بعد بندہ کو نصیب ہوئی اس لئے اِن میں سب سے اہم اور اعلیٰ وبالا ہونے کے باوجود اِسے تمام نسبتوں کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ آگے یہی نسبت دوستوں کی عمومی خدمت کے لئے بھی منتخب ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اُن پر جو ہمیں دینی اصول کے مطابق ہماری غلطیوں پر متنبّہ کریں، اور اُن کے شر سے بچائے جو جاہل معترض ہوتے ہیں جن کا مقصد عیوب کی ٹوہ اور پرچار ہوتا ہے، بالخصوص ایسوں کے شر سے ہر مخلص مؤمن کو بچائے جو نفاق کا لباس پہن کر کسی دینی شعبے میں داخل ہوجاتے ہیں اور لوگوں کو دین کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں، أعاذنا اللہ تعالیٰ من ذٰلک۔ آمین یارب العٰلمین۔

محمد طیّب

۱۶ شوال ۱۴۴۴

مطابق ۶ مئی ۲۰۲۳

مقدّمہ

اس تحریر کو سمجھنے کے لئے کچھ ضروری وضاحتیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دینِ اسلام کی جو دولت عطا فرمائی ہے اِس کے تین حصّے ہیں:

(۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔

آخرت کی کامیابی کے لئے اِن تینوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) علم کا مطلب ہے کہ انسان تین قسم کی باتوں کو جان لے، پہلی قسم کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اِن کو دل سے برحق سمجھا جائے، اور زبان سے اِن کا اقرار کیا جائے۔ (اِن کو عقائد کہا جاتا ہے)

دوسری قسم کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسان اِن کو اختیار کرے اور بجالائے۔(ان کو فرائض وواجبات کہا جاتا ہے۔)

تیسری قسم کی باتیں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے پرہیز کرنے اور بچنے کا حکم دیا ہے۔ (اِن کو مُحرّمات ومکروہات کہا جاتا ہے۔)

(۲) عمل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن احکام کا علم حاصل کیا ہے اُن کے مطابق زندگی گزاری جائے۔

(۳) اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ علم کے مطابق جو عمل کیا جائے اُس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

کیفیتِ احسان اور اِس کے مختلف درجات

جب اخلاص اِسطرح ہو کہ عمل کے دوران انسان کا دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ رہے، اسطرح کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، تو اِس کو شریعت میں احسان

کہاجاتا ہے۔جسقدر احسان کی کیفیت زیادہ اور پختہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر اخلاص بڑھتا جاتا ہے، اور عمل کا وزن زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توجُّہ کرے اور احسان کی کیفیت کی کوشش کرے تو یہ کیفیت کسطرح بڑھتی جاتی ہے اور اس کی درجہ بدرجہ ترتیب کے لحاظ سے کیا کیا صورت ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے بہت سے نیک بندوں نے اس سوال کا جواب بھی مختلف انداز سے سمجھایا ہے، اور لوگوں کی تربیت اس لحاظ سے بھی کی ہے۔ ان نیک بندوں میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات تقریباً ۵۷۵ھ) بھی ہیں، جنہوں نے مختصر الفاظ میں اشارے کے طور پر کیفیتِ احسان کے درجہ بدرجہ حاصل ہونے والے مختلف مرحلے اور اُن کو حاصل کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے، اِس طریقے کے مطابق یکے بعد دیگرے کیفیتِ احسان حاصل کرنے اور اُس کا طریقہ بیان کرنے والوں میں مشہور شخصیت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت ۷۱۹ھ) کی بھی ہے، اس لئے اِن کے بعد اس طریقے کا نام سلسلۂ نقشبندیہ ہوگیا، پھر سلسلے میں آنے والے دوسرے بڑے محقّق علماء نے بھی الگ انداز سے کیفیتِ احسان حاصل کرنے کے طریقے اور مرحلے بیان فرمائے ہیں، لیکن چونکہ آجکل اِن مختلف طریقوں میں خلط ملط ہوجانے کی وجہ سے اور اہل افراد کی کمیابی کی وجہ سے اصل مقصد سے دوری اور لاعلمی بڑھتی جارہی ہے، اور کیفیتِ احسان ایک حقیقت اور کیفیت کے بجائے الفاظ اور خیال کی دنیا میں گم ہوتی جارہی ہے اس لئے اِس کیفیت کی حقیقت اور مرحلے ایسے انداز میں بیان کئے جارہے ہیں کہ جس کے ذریعے اصل مقصد یعنی کیفیتِ احسان کے مرحلے اور اُن کے حاصل کرنے کا طریقہ واضح ہوسکے، اور مختلف بزرگوں کے بیان کئے ہوئے طریقوں میں خلط ہوجانے کی وجہ سے اِن کی افادیت میں جو نقصان ہورہا ہے وہ بھی دور ہوسکے۔ سب سے پہلے سیر وسلوک کے مرحلوں کو اُس ترتیب وتفصیل سے [illegible] کیا جارہا ہے جو محقّقُ المعارف شیخ مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوم وفیوض کی

روشنی میں اِس بندہ پر واضح کئے گئے ہیں، کیونکہ خلط سے حفاظت کے لئے بندہ کے دوستوں کی آسانی اسی میں ہے، اور وہی اِس رسالے کی تحریر کے اصل محرّک ہیں۔ اکابر کی نسبتوں کے بیان میں پہلے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ طریقے کی ترتیب اور اُس کا مطلب واضح کیا جارہا ہے کیونکہ وہ اِن احسانی مرحلوں کی طرف ترتیب سے رہنمائی کرنے والوں میں سب سے پہلے بھی ہیں اور اُن کا بیان کیا ہوا طریقہ ہر استعداد والے کے لئے عمل کے لحاظ سے آسان اور واضح بھی ہے، بشرطیکہ اُس کی وضاحت کی جائے۔

فائدہ (۱): یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ آگے بیان کئے گئے طریقوں کے مطابق ذکر اُس وقت کیا جائے جب اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے بندے سے بیعت و رہنمائی کا تعلّق قائم ہوجائے کہ جس نے خود اِس طریقے کے مطابق کیفیتِ احسان کے یہ مرحلے مکمّل کئے ہوں، ورنہ عموماً سوائے وقت گزاری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور بعض اوقات نقصان بھی ہوجاتا ہے۔ اس لئے کسی کامل بندے کی رہنمائی کے بغیر خود سے ان طریقوں کو نہ اختیار کیا جائے۔ (إلا من اجتباه الله تعالى اليه وهو قليل بل اقل، أوأتم سلوكه من طريق اخر)

سیر وسلوک کے مقاصد:

آگے سلوک کے جو مرحلے بیان کئے جارہے ہیں یہ بذاتِ خود مقصود نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ:

(۱) عبادات میں باطن غیرُ اللہ سے آزاد ہوکر اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوجائے (اسے کامل اخلاص کہتے ہیں)

(۲) احسان کی وہ کیفیت حاصل ہوجائے جس کا ذکر قرآن وسنت میں آیا ہے۔

(۳) نفس کے غیر شرعی جذبات پر قابو حاصل ہوجائے۔

(۴) اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت (جو شریعت کے ظاہر و باطن دونوں قسم کے احکام کے مجموعے سے حاصل ہوتی ہے) نصیب ہوجائے۔

(۵) ایمانِ استدلالی ایمانِ شہودی ہوجائے۔

چونکہ خاص طور پر خیر القرون کے آخر دور سے عام طور پر یہ مقاصد محض ظاہری اعمال سے حاصل نہیں ہوتے تھے اس لئے محقق علماء و مشائخ نے دیگر نفلی اعمال کے ذریعے اِن مقاصد کو حاصل کرنے کے قواعد وضوابط اور خاص طرز وطریقہ اختیار فرمایا، جسطرح خیرُ القرون کے آخری دور میں اور اس کے بعد قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے صرف ونحو، اصولِ تفسیر واصولِ حدیث وغیرہ کو پہلے سیکھنا ضروری ہوگیا اسیطرح مذکورہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے عام طور پر پہلے سلوک کے مرحلوں سے اہتمام کے ساتھ گزرنا ضروری ہوگیا ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ صرف ونحو وغیرہ کے قواعد بذاتِ خود عبادت نہیں ہیں بلکہ علمِ دین سمجھنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں جبکہ سلوک کے مراحل کا وہ طریقہ جو خاص طور پر شیخ عبدالوہاب شعرانی، مجدّد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے علماء ومشائخ نے بیان فرمایا ہے جیسے ذکرِ اسمِ ذات، کلمہ اور مراقبہ یہ بذاتِ خود نفلی عبادات میں شامل ہیں اور خاص طرز وطریقے کیساتھ مذکورہ مقاصد کے لئے ذریعہ اور وسیلہ بھی ہیں۔

یہاں گزشتہ مسلّمہ علماء ومشائخ کے بیان فرمودہ مراحلِ سلوک کو مزید آسانی کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِسے قبول فرما کر طالبینِ سلوک کے لئے نافع بنائیں اور بندہ کے لئے ذخیرۂ آخرت۔

سیر وسلوک کی قسمیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دھیان اور توجّہ کی جائے تو اس کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہوتی ہیں: (1) آفاقی (2) اَنفسی (3) آفاق وانفس سے ماوراء۔

آفاقی کا مطلب: جب اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اسطرح ہو کہ توجّہ اپنے باطن سے دور ہو کر باہر کائنات یعنی آسمانوں اور عرش کی طرف جائے تو اِسے سیرِ آفاقی کہتے ہیں۔ اس سیر کو سلوک بھی کہتے ہیں۔

اَنفسی کا مطلب: جب اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اسطرح ہو کہ توجُّہ اپنے باطن کے اندر جائے اور پھر اِس دھیان کے نتیجے میں باطن وسعت اختیار کرنے لگ جائے تو اِسے سیرِ اَنفُسی کہتے ہیں۔ اس سیر کا نام جذبہ بھی ہے۔

آفاق وانفُس سے ماوراء: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دھیان اسطرح ہو کہ توجُّہ کا رُخ نہ آفاق کی طرف ہو اور نہ انفُس کی طرف ہو اور یہ توجُّہ اسطرح ہو کہ دھیان کی وسعت میں نہ آفاق (یعنی کائنات یا آسمان وعرش وغیرہ) کا نام ونشان ہو اور نہ انفُس (یعنی اپنے باطن کے اندرون کا) تو اِسے آفاق وانفُس سے ماوراء سیر کہتے ہیں۔

فائدہ: قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں پہلے سیرِ آفاقی ہے، اِس کی تکمیل کے بعد سیرِ انفُسی ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں سیرِ انفُسی اسطرح ہے کہ سیرِ آفاقی عموماً اِس کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے۔ سیر کی تیسری قسم یعنی آفاق وانفُس سے ماوراء سیر کی صراحتاً تعیین وتشخیص اکابر بزرگوں میں صرف شیخ مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی ہے، اور حضرت مجدّد علیہ الرحمہ کی تحقیق کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سیر ابتداءً تو پیغمبروں کے اصحاب کو نصیب ہوتی ہے، خیرُ القرون کے دور میں عموماً کیفیتِ احسان اِسی سیر کے طریق پر چلتی تھی، البتہ ضمناً وجزءً سیرِ آفاقی وانفُسی بھی استعدادوں کے فرق سے طے ہوتی تھی۔ خیرُ القرون کے بعد اگر یہ سیر نصیب ہو تو عموماً سیرِ آفاقی اور انفُسی کی تکمیل کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ اور ایسا انتہائی کم ہوا ہے۔

وجہِ تحریرِ کتاب: چونکہ سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کی کتابوں میں سیر الی اللہ کے اسباق تو تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، لیکن سیر فی اللہ کے اسباق اجمالاً بیان کئے گئے ہیں، جبکہ سیر عن اللہ باللہ اور سیر عن الاشیاء بالاشیاء کے مرحلوں کی نہ وضاحت کی گئی ہے، نہ ہی اِن کے اسباق بیان کئے گئے ہیں، اس لیے ضرورت تھی کہ چاروں سیروں کے مرحلوں اور اسباق کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ نیز محقق اکابر کی نسبتوں، علوم اور طریقِ سیر وسلوک میں خلط کی وجہ سے اُن کی افادیت صرف قال کی حد تک محدود ہو گئی ہے، نیز نسبتوں کا فرق اور جذبہ وسلوک وغیرہ اہم معارف کی حقیقت سے ناواقفیت اسقدر عام ہے کہ کتابوں میں مذکورہ معارف کا بیان اِن کی وضاحت کے لیے ناکافی ہے، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ مذکورہ خلط بھی دور کیا جائے اور اہم معارف بھی تفصیل کے ساتھ حال کی تطبیق سے واضح کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ ھوالموفق والمعین۔

سُیور اربعہ یعنی دھیان کے لحاظ سے کیفیت احسان کے مرحلوں کا بیان

ذکر و مراقبہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جو توجہ اور دھیان کیا جاتا ہے اس کے درجہ بدرجہ چار طریقے ہوتے ہیں، پہلا طریقہ مکمل ہو تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے، پھر تیسرا اور پھر چوتھا۔ ان چار مرحلوں کے نام یہ ہیں: (۱) سیر اِلَی اللہ (۲) سیر فِی اللہ (۳) سیر عَنِ اللہ بِاللہ (۴) سیر عَنِ الْاِشْیاء بِالْاِشْیاء۔

سیر اِلی اللہ کے مرحلوں کا بیان

اس سیر سے پہلے چھ لطائف کا ذکر سے روشن ہونے کا مرحلہ ہے، گویا یہ مرحلہ سیر اِلی اللہ کے لئے مقدمہ اور تمہید کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے اسباق یہ ہیں:

پہلا سبق: لطیفہ قلب۔ اس کا مقام بائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔

اس لطیفے میں اسم ذات اللہ کا لفظ دل کی زبان سے دہراتے ہیں، اس مبارک نام کے تکرار کے دوران توجہ اور تصوّر کی نگاہ اس ذات کی طرف ہو جو بے کیف ہے، تمام کمالات اور اعلیٰ صفات کی جامع ہے اور ہمارے ہر تصوّر سے پاک ہے، یہاں تک کہ توجہ اور دھیان میں دل فضاء اور نور کی صورت میں اس طرح وسیع ہو جائے کہ ذکر کرنے والے کا اپنا پورا وجود بھی دل کی پھیلی ہوئی فضاء میں ختم ہو جائے، اس کے بعد آگے آنے والے بقیہ لطائف سے بھی ترتیب وار قلب کی طرح اسم ذات کا ذکر کیا جائے یہاں تک کہ ہر لطیفے میں وجود کا فناء حاصل ہو جائے، اس ذکر کے دوران آنکھیں بند کی جائیں تاکہ یکسوئی رہے، اور زبان تالو کے ساتھ لگائی جائے، زبان سے یہ ذکر نہ کیا جائے، تاکہ توجہ اور دھیان کا مرکز لطیفہ ہی رہے، اور اپنے وجود سے دھیان دور ہو جائے اور فنا حاصل ہو جائے۔

دوسرا سبق: لطیفہ روح۔	اس کا مقام دائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔
تیسرا سبق لطیفہ: سر۔	اس کا مقام سینے کے درمیان ہے۔
چوتھا سبق: لطیفہ خفی۔	اس کا مقام دونوں ہونٹوں کے درمیان ہے۔

پانچواں سبق: اخفی۔ اس کا مقام سر کی چوٹی پر ہے۔
چھٹا سبق: لطیفہ نفس۔ اس کا مقام ناف کے نیچے ہے۔

فائدہ: یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بعض لوگوں کا لطیفہ سِر کے بعد لطیفہ نفس سامنے آتا ہے، لہٰذا ان کے لیے لطیفہ سِر کے بعد لطیفہ نفس کا ذکر کرنا پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

ساتواں سبق: سلطان الاذکار۔ اس کا مقام پورا وجود ہے، یہاں سے ذکر اس طرح کیا جاتا ہے کہ سر کی چوٹی سے لے کر پورے وجود کو باطنی نگاہ سے دیکھنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ وجود کا ہر ذرّہ ذکر کرتا ہوا محسوس ہو اور پھر رفتہ رفتہ پورا وجود باطنی نگاہ میں ختم ہو کر نور کی فضا میں تبدیل ہو جائے۔.

فائدہ: لطائف کی اپنے اصول کی طرف سیر:

پہلے پانچ لطیفے "عالم امر" کے لطیفے ہیں، ان کا ابتدائی مقام اگرچہ انسان کے وجود میں ہے، لیکن یہ جس مقام سے نزول کر کے انسان کے وجود میں آئے ہیں اسے ان لطائف کی اصل کہا جاتا ہے، لطیفہ قلب کی پہلی اصل ادراک اور احساس میں عرش کے اوپر ہے اور تاحد نگاہ ہر طرف نور اور فضا کی صورت میں پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ پھر قلب کی اصل کے اوپر روح کی اصل ہے، روح کے اوپر سِر لطیفے کی اصل، سِر کے اوپر خفی، اور خفی کے اوپر اخفی لطیفے کی اصل ہے، یعنی یہ پانچ لطیفے انسان کے وجود میں اس طرح ہیں کہ ان کے ذریعے انسان کا دھیان ترقی کرتے کرتے عرش الٰہی کے اوپر تک پہنچتا ہے، پھر وہ لطیفہ وہاں نور اور فضاء کی صورت میں اپنی اصل میں توجہ الی اللہ کے ذریعے پھیل کر فناء ہو جاتا ہے، یعنی دھیان اور توجہ میں ذکر والے لطیفے کی اصل نور اور فضاء کی صورت میں ہر طرف پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہے سالک خود کو بھی باطنی نگاہ میں اسی فضاء کا حصّہ محسوس کرتا ہے، مذکورہ بات کو مختصراً یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کا ترتیب وار توجہ الی اللہ کے ذریعے اپنے اصول تک پہنچنا اور ان میں فناء ہونے کا نام سیر الی اللہ ہے۔

پہلا مرحلہ سیرِ الی اللہ: جب تمام لطائف یا بعض لطائف ذکر سے جاری ہو جائیں تو آگے بیان کئے جانے والے ہر مرحلے میں ذکر و مراقبہ درج ذیل پانچ حالتوں اور کیفیتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

سیر الی اللہ کا پہلا سبق: سیر لطیفہ قلب

یعنی لطیفہ قلب جو پہلے سبق کے ذریعے دائرے کی صورت میں اسطرح پھیلا ہے کہ پورا وجود اس کے احاطے میں آیا تھا، اب اسی قلب سے عرش سے اوپر دھیان کا ارادہ کرتے ہوئے اللہ تعالی کو احساس کے ساتھ پکارا جائے، یہاں تک کہ عرش سے اوپر دھیان جاتا ہوا محسوس ہو پھر عرش سے اوپر دھیان میں ہر طرف ایک فضا نور کی صورت میں محسوس ہو۔

فائدہ:

اس سبق کو تفصیل سے سمجھنا ہو تو اس طرح سمجھیں کہ عام طور پر یہ سبق درج ذیل پانچ کیفیات کے ساتھ بالترتیب ہوتا ہے، ضروری نہیں کہ ہر شخص کو یہ پانچوں کیفیات محسوس ہوں، کسی کو ساری محسوس ہوتی ہیں اور کسی کو چند ایک۔

پہلے سبق کی پہلی کیفیت:

اسم ذات ''اللہ'' کا ذکر لطیفہ قلب سے اس طرح کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف توجہ اور دھیان اوپر کی طرف جانے لگتا ہے۔

پہلے سبق کی دوسری کیفیت:

پہلے طریقے سے ذکر کرتے ہوئے رفتہ رفتہ ذکر کرنے والا خود کو بھی پوری طرح اوپر اس جگہ محسوس کرتا ہے جس جگہ ''اللہ تعالی'' کی طرف توجہ اور دھیان قائم ہوا تھا۔

پہلے سبق کی تیسری کیفیت:

جب ذکر کرنے والا خود کو اوپر فضا میں اس جگہ محسوس کرتا ہے جس جگہ اس کا دھیان اللہ تعالی

کی طرف قائم ہوا تھا تو ذکر بھی فکر میں تبدیل ہو جاتا ہے، یعنی لفظ ''اللہ'' سے ذکر محسوس نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ دھیان رہ جاتا ہے کہ صرف اللہ تعالی کی ذات ہی اپنی شان کے مطابق ہے اور میری طرف متوجہ ہے۔

پہلے سبق کی چوتھی کیفیت:

اس کے بعد رفتہ رفتہ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونے کا دھیان ختم ہونے لگتا ہے، اور یہ دھیان پیدا ہونے لگتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے، یعنی نہ ذکر ہے نہ ذکر کرنے والا خود ہے اور نہ کوئی ایسی چیز سامنے ہے جس کی طرف دھیان دیا جائے، اس بات کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ذکر اس قدر کرو کہ نہ ذکر رہے نہ ذاکر اور نہ مذکور۔

تو درو گم شو وصال این ست و بس
تو مباش اصلاً کمال این ست و بس

پہلے سبق کی پانچویں کیفیت:

پھر دھیان اور توجّہ کے اسی مقام میں جہاں سب کچھ دھیان سے ختم ہو گیا تھا اسطرح دھیان پیدا ہونے لگتا ہے، کہ ذکر کرنے والا خود کو نور یا فضا کی صورت میں محسوس کرنے لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ صرف اپنا آپ نور یا فضا کی صورت میں پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

پہلے سبق کے مزید دو حصے: اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ حالت بھی ختم ہو جاتی ہے، جب یہ ختم ہو جائے تب خود کو مذکورہ توجّہ والے مقام میں ہی بیٹھا ہوا خیال کر کے دوبارہ پہلے طریقے سے ذکر وفکر شروع کیا جائے یہی پانچ کیفیتیں ترتیب وار دوبارہ پیدا ہوں گی، یہ سلسلہ جاری رکھے یہاں تک کہ قلب دھیان اور توجہ میں اتنا وسیع ہو جائے گا کہ عرش سے لے کر فرش تک ساری فضا قلب کے پھیلاؤ میں ختم اور فنا محسوس ہو، اور قلب کی طرف توجہ کر کے غیر اللہ کا کوئی خیال تکلّف سے بھی نہ آئے، جب قلب کے ذریعے دھیان عرش سے اوپر پہنچتا ہے تو یہ دھیان اوپر اوپر اتنا پھیلتا جاتا ہے کہ زمین سے لے کر عرش تک ساری فضا قلب کے احاطے میں ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد

دوبارہ قلب کے ذریعے مزید اوپر دھیان جاتا ہے، یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں قلب کی آخری اصل ہے، اس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں یہی سالک کا مبدأ تعین ہوتا ہے۔

مذکورہ کیفیات کے بارے میں اہم وضاحتیں:

ا۔ مذکورہ پانچ کیفیتیں جو ابھی بیان کی گئی ہیں، ان میں پہلی دو کیفیتوں میں ذکر اور فکر یعنی لفظ ''اللہ'' کی ادائیگی اور دھیان دونوں ہوتے ہیں۔ ان کے بعد والی تینوں کیفیتوں میں صرف فکر ہوتی ہے۔، ذکر کی ادائیگی اکثر محسوس نہیں ہوتی۔

۲۔ پہلی کیفیت پیدا ہوجائے تو اسے وصول کہتے ہیں۔ بعد والی چاروں کیفیتیں حصول کی ہیں۔ چوتھی کیفیت کو فناء کہتے ہیں اور پانچویں کیفیت کو بقاء کہتے ہیں۔

۳۔ پہلی اور دوسری کیفیت کے دوران ذکر میں لذت اور سرور زیادہ محسوس ہوتا ہے، جبکہ ان کے بعد والوں میں کم، اور چوتھی کیفیت میں سرور کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔

۴۔ ذکر کی مذکورہ تمام کیفیتوں میں کسی خاص شکل وصورت کا تصور نہ کیا جائے، شروع میں دل کی طرف متوجّہ ہونا ہوتا ہے، لیکن دل کی صنوبری شکل کا تصور نہیں کرنا ہوتا بلکہ دل سے توجّہ کو احساس کے ساتھ محسوس کیا جاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ نور یا فضا کی صورت میں وہ توجہ اور احساس رہ جاتا ہے جو دل کے اندر سے شروع کیا تھا، جسم اور دل کا مخصوص مقام خیال اور تصوّر سے ختم ہوجاتا ہے۔ اسی کو لطیفہ قلب اور دل کا وسیع ہونا کہتے ہیں۔

۵۔ لفظ ''اللہ'' اللہ تعالیٰ کا بابرکت ذاتی نام ہے جو تمام صفاتی ناموں کا جامع ہے، اس کے علاوہ دوسرے نام صفاتی ہیں، جب اس بابرکت ذاتی نام سے ذکر کیا جائے تو توجہ اور دھیان میں یہ بات رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل وبے مثال ہے، میرے ہر تصوّر سے بلند اور پاک ہے، لیکن وہ ذات میری ہر پکار اور حالت سے باخبر ہے۔

۶۔ ذکر کرنے والے کو چاہیے کہ ذکر کے علاوہ عام حالات میں بھی یہاں تک کہ چلتے پھرتے اپنی توجہ اور سوچ دل کی طرف رکھے اور اس دوران یہ تصوّر کرے کہ دل ہر تصوّر اور سوچ سے خالی ہے، کوئی وسوسہ آئے تو اس کو اس طرح دور کرے کہ وسوسہ چھوڑ کر اسم ذات ''اللہ'' دل

کی زبان سے اس طرح شوق و ولولے سے کہے کہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف قائم ہو جائے، اس طرح دل کی نگرانی کرنے کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔

۷۔ عام طور پر ذکر میں تین وجہ سے دل نہیں لگتا۔(۱) حرام چیز کھا لینا (۲) گناہ کر لینا (۳) بری مجلس اور بری صحبت کا اثر ہو جانا۔

ان تینوں کا علاج یہ ہے کہ ان سے اجتناب کرے، اور ذکر بہرحال پابندی سے کرتا رہے، چاہے دل لگے یا نہ لگے۔ ذکر پر استقامت کی برکت سے ان نقصان دہ آفتوں سے بچنے کی ہمت اور قوت میں بہت مدد ملتی ہے، لیکن ہمت اور ارادہ ہر گناہ سے بچانے کے لیے بنیادی پتّھر ہے۔

۸۔ شیخ کی صحبت و مجلس اور رہنمائی حاصل کرنے میں حریص رہے، اور اپنی رائے کے مقابلے میں شیخ کی رائے کو صحیح سمجھے، بشرطیکہ شیخ متبع سنّت اور صاحب باطِن ہو۔

۹۔ گناہ کی طرف لے جانے والے اسباب مثلاً فیس بک وغیرہ سے خود کو دور رکھیں۔

۱۰۔ مذکورہ ذکر کے دوران لطیفہ قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان جانے کا سلسلہ جس جگہ پورا ہو جاتا ہے، وہ جگہ تصّور میں پہلے عرش سے اوپر آتی ہے، اس کے بعد مزید اوپر اس مقام میں جاتی ہے، جہاں کشف کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہر صفت کا ظل اور عکس ہے اس مقام کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔

اس کے بعد دل اس طرح وسیع ہو جاتا ہے کہ اپنا وجود اور ساری کائنات دل کے احاطے میں آکر ختم اور فنا محسوس ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ اوپر، نیچے، آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف احساس میں صرف دل فضا یا نور کی صورت میں اپنی اصل اور مبدا تعین کے اندر پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جس طرح کہ زمین یا دیگر سیارے اپنے تمام اجزاء سمیت فضا میں آسمان کے احاطے میں ہیں، اس طرح دل ایک مستقل کرّہ بن کر اپنی اصل کے احاطے میں آجاتا ہے، اور سالک خود کو باطن کے احساس و اِدراک میں اسطرح محسوس اور مشاہدہ کرتا ہے کہ سالک کا وجود اس کرّے میں نور کی صورت میں ہر طرف سرایت کیا ہوا ہے۔

جب دل اپنی اصل میں ایک مستقل کرّے کی طرح وسیع ہو کر اندر سے خالی ہو جائے تو

سیرِ الی اللہ کا دوسرا سبق شروع کیا جائے۔

سیرِ الی اللہ کا دوسرا سبق: سیرِ لطیفۂ روح

لطیفۂ روح سے اسی طرح ذکر وفکر کیا جائے جس طرح لطیفۂ قلب سے کیا تھا، یہاں تک کہ لطیفہ روح بھی لطیفہ قلب کی طرح وسیع ہو جائے، اور غیر اللہ سے خالی ہو جائے۔ آگے آنے والے بقیہ لطائف سے بھی لطیفہ قلب اور لطیفہ روح کی طرح ذکر وفکر کیا جائے، یہاں تک کہ وہ بھی وسیع ہو جایں، اور اپنے اصول میں فنا ہو کر نورانی کرّے کی طرح ظاہر ہو جائیں۔

سیر الی اللہ کا تیسرا سبق: سیرِ لطیفۂ سِر

سیر الی اللہ کا چوتھا سبق: سیرِ لطیفۂ خفی

سیر الی اللہ کا پانچواں سبق: سیرِ لطیفۂ اخفٰی

سیر الی اللہ کا چھٹا سبق: سیرِ خانۂ جذبہ

اس ذکر کا طریقہ آگے عنوان خانۂ جذبہ کا مطلب کے تحت دیکھ لیا جائے۔

دوسرا مرحلہ: سیر فی اللہ

اس سیر کے دو حصے ہیں: پہلے کا تعلق اسم الظاہر کے ساتھ ہے اور یہ نفس کی عالَم امر کے لطائف کے اندر سیر ہے۔ دوسرے حصے کا تعلق اسم الباطن کے ساتھ ہے۔

پہلا حصہ: عالَمِ امر کے پانچ لطائف جو تا حدّ نگاہ پھیل کر اپنے اصول میں فنا ہو گئے ہیں، اب نفس کی سیر ترتیب وار ان لطائف کے اندر ہوتی ہے۔ اس مرحلے کے پانچ سبق ہیں:

سیر فی اللہ کا پہلا سبق: لطیفۂ نفس کی لطیفۂ قلب میں سیر

لطیفۂ قلب کو اس طرح پھیلا ہوا دیکھے اور محسوس کرے کہ نور یا فضا کی صورت میں مستقل ایک کرّے کی طرح تا حد نگاہ پھیلا ہوا ہے، پھر جب لطیفۂ قلب کے اس پھیلاؤ کے درمیان خود کو ٹھوس یا سیاہ ظلمت کی صورت میں محسوس کرے تو اس کا اپنا احساس والا یہ وجود ہی در حقیقت اس کا لطیفۂ نفس ہوگا، جب لطیفۂ نفس قلب کے احاطے میں محسوس ہو جائے تو درج ذیل طریقے سے

ذکر وفکر کیا جائے:

(۱) قلب کی کرّے کی طرح تا حدّ نگاہ پھیلی ہوئی وسیع فضا کو اللہ تعالی کی طرف متوجّہ بھی خیال کرے اور اس توجہ کو لطیفہ نفس کے ذریعے ذکر وفکر سے محسوس کرے اور ساتھ یہ بھی تصوّر کرتا جائے کہ قلب کے پھیلاؤ کے درمیان ہر طرف سے نور درمیان میں لطیفہ نفس پر آرہا ہے۔

(۲) اس طرح لطیفہ نفس رفتہ رفتہ اوپر قلب کے نور والے مقام کی طرف بھی آنے لگے گا اور پھر رفتہ رفتہ صاف بھی ہوتا جائے گا۔

(۳) یہاں تک کہ لطیفہ قلب کے احاطے میں فنا ہو کر پھیل جائے گا۔

(۴) اور پھر دوبارہ رفتہ رفتہ صاف فضا کی طرح خالی ہو کر لطیفہ قلب کی پھیلی ہوئی فضا کے اوپر آجائے گا۔

جب مذکورہ حالت ہو جائے تب اگلا مرحلہ شروع کیا جائے۔

نفس کی سیر کا دوسرا سبق: سیرِ لطیفۂ روح

لطیفۂ روح کو اس طرح وسیع پھیلا ہوا تصور کیا جائے کہ لطیفہ روح سے لطیفہ نفس پر رحمت اور فیض جائے اور پھر رفتہ رفتہ دھیان میں نفس اور اپنا وجود لطیفۂ روح کے احاطے میں محسوس ہونے لگ جائے، اس دوران لطیفۂ نفس سے ذکر وفکر بھی کیا جائے، جب لطیفہ نفس لطیفۂ روح کے احاطے میں محسوس ہو تو پچھلے سبق کی طرح چار طریقوں سے ترتیب وار ذکر وفکر ہوگا یہاں تک کہ نفس لطیفہ روح کے اوپر صاف فضاء کی صورت میں آجائے۔

نفس کی سیر کا تیسرا سبق: سیرِ لطیفۂ سِر

پہلے دو کی طرف لطیفۂ سِر سے نفس پر فیض کی التجا کی جائے یہاں تک کہ نفس کو حسبِ سابق اس لطیفے کے احاطے میں آکر فناء وبقاء حاصل ہو جائے۔

نفس کی سیر کا چوتھا سبق: سیرِ لطیفۂ خفی

پہلے تین کی طرح لطیفۂ خفی سے ذکر و فکر کیا جائے یہاں تک کہ نفس اس لطیفے میں بھی فنا و بقا سے سرفراز ہو جائے۔

نفس کی سیر کا پانچواں سبق: سیرِ لطیفۂ اخفٰی

حسب سابق اس لطیفے سے بھی ذکر و فکر کیا جائے۔

قوس کی وضاحت: جب نفس کی سیر لطیفۂ اخفٰی میں مکمل ہو جائے تو ذکر کرنے والے کا باطن اوپر کی طرف دو نورانی کمانوں کی صورت میں سامنے آتا ہے، ایک نورانی کمان سالک کے عالَمِ امر کی ہوتی ہے اور دوسری نورانی کمان سالِک کے عالَمِ خلق کی ہوتی ہے، پھر یہ دونوں نورانی کمانیں آپس میں مل جاتی ہیں۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے:)(

اس کیفیت کو قابَ قوسین کہتے ہیں، اس کے بعد عالَمِ خلق کی کمان عالَمِ امر کی کمان میں داخل ہو کر اس میں فنا ہو جاتی ہے۔

اب تک جس قدر سیر کا بیان ہوا اِس کا تعلق عروج کے ساتھ ہے۔

اس مرحلے کے بعد سیر و سلوک میں مزید ترقی کے راستے دو ہو جاتے ہیں: ایک راستے کا تعلق مزید عروج اور سیر فی اللہ کے ساتھ ہے اور دوسرے راستے کا تعلق نزول اور سیر عن اللہ بِا اللہ کے ساتھ ہے، پہلا راستہ نسبت فردّیت کے ساتھ اور دوسرا راستہ دعوت و ارشاد کی نسبت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، چونکہ پہلا راستہ عروج اور سیر فی اللہ کا حصہ ہے اس لیے اسی کو پہلے بیان کیا جا رہا ہے۔

سیرِ اسم الباطن

اب تک جس قدر سیر ہوئی اس کا تعلق اللہ سبحانہ وتعالٰی کی صفت ''الظّاہر'' کے ساتھ تھا۔ جب نفس کا عروج لطیفہ اخفی کی نہایت تک ہو جائےتو سالک کا سارا باطن حضوری کی نورانی فضا کا حصہ بن کر سامنے آجاتا ہے، اور ایک الظّاہر ذات کا دھیان ہر طرف بے جہت نصیب ہو جاتا

ہے، پھر اسی پھیلاؤ میں فضا اور نور کی صورت میں پھیلے ہوئے سالک کے باطن کے درمیان یعنی سینے میں نور کی ایک ٹکیہ سامنے آجاتی ہے، یہ نور اللہ تعالیٰ کی صفت الباطن کا نور کہلاتا ہے، اور خود سالک کا اپنا وجود بھی حضوری میں الگ سے متعین ہو کر سامنے آجاتا ہے، اس مرحلے میں سالک کا سامنے آنے والا وجود چار طائف کا مجموعہ ہوتا ہے، یہ چاروں لطائف سالک کے عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں یعنی (۱) آگ (۲) ہوا (۳) پانی اور (۴) مٹی۔ یہاں سے سیرِ اسم الباطن کا آغاز ہوتا ہے، اس سیر کے تین سبق ہیں۔

سیرِ اسم الباطن کا پہلا سبق: لطیفۂ آگ (نار)

اس مرحلے میں کیفیت احسان کا طالب خود کو ہمہ تن آگ لطیفہ محسوس کرتا ہے، اور پھر اس لطیفہ سے ذکر و فکر کرتا ہے، یہاں تک کہ لطیفہ آگ ذکر سے روشن ہو جاتا ہے، اور پھر اپنے سینے کے اندر صفت الباطن کے نور کے اندر ذکر و فکر کے لیے توجّہ کرتا ہے، اس توجہ کے دوران شروع میں الباطن کا نور بظاہر نور کی چھوٹی ٹکیہ کی طرح محسوس ہوتا ہے، لیکن جب دھیان الباطن نور کے اندر جانے لگتا ہے تو اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ ہر طرف الباطن ذات کا نور پھیلا ہوا ہے، پھر اسی دھیان کو مزید اندر اندر محسوس کرنے سے سالک خود کو ہمہ تن الباطن کے نور کے اندر محسوس کرتا ہے، پھر اس نور میں فنا ہو جاتا ہے۔ پھر جب اس میں بقا حاصل ہو جائے تو سالک خود کو دوبارہ الباطن نور کے باہر محسوس کرتا ہے، یہاں سے اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔

سیرِ اسم الباطن کا دوسرا سبق: لطیفہ ہوا (باد)

اس مرحلے میں کیفیت احسان کا بلند ہمّت طالب خود کو ہمہ تن ہوا لطیفہ محسوس کرتا ہے اور پھر اس لطیفے سے ذکر و فکر کرتا ہے، یہاں تک کہ یہ لطیفہ ذکر سے روشن ہو جاتا ہے، پھر لطیفہ آگ کی طرح اسم الباطن کے نور میں رفتہ رفتہ پھیل کر فنا ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی حضوری اس طرح ہوتی ہے کہ الباطن نور جو باہر سے نور کی چھوٹی ٹکیہ کی طرح محسوس ہوتا تھا جب توجہ اس کے اندر داخل ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نور اندر اندر ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور تا حدِّ نگاہ وسیع ہے، پھر جب اس

مرحلے میں لطیفہ ہوا فنا و بقا حاصل کر لے تو سالک دوبارہ خود کو الباطن نور کے باہر محسوس کرتا ہے۔

سیرِ اسم الباطن کا تیسرا سبق: لطیفہ پانی (ماء)

اس مرحلے میں بلند ہمّت طالب خود کو ہمہ تن لطیفہ ماء محسوس کرتا ہے اور اس لطیفے سے ذکر و فکر کرتا ہے، یہاں تک کہ یہ لطیفہ بھی ذکر سے روشن ہو جاتا ہے اور پھر پہلے دو لطائف کی طرح الباطن کے نور میں فناء ہو جاتا ہے، پھر جب بقاء حاصل کر لے تو سالک کا لطیفہ خاک سامنے آجاتا ہے اور سالک کو گویا مزید عروج کیلئے نور کے دائروں کی صورت میں دو پر حاصل ہو جاتے ہیں، ایک اسم الظّاہر کا دوسرا اسم الباطن کا، پھران دو کے ذریعے مزید عروج کرتا ہے۔

سیرِ عالَمِ قُدس:

اسم الباطن کی سیر کے بعد سالک خود کو ہمہ تن لطیفہ خاک محسوس کرتا ہے اور لطیفہ خاک کے ذریعے ذکر و فکر کرتا ہے، یہاں تک کہ لطیفہ خاک بھی ذکر سے روشن ہو جاتا ہے، اور پھر عروج کرتا ہے، اور نور کی فضا بن کر پھیل جاتا ہے۔ لطیفہ خاک کی اس وسعت اور پھیلاؤ کے درمیان نور کا ایک چھوٹا دائرہ ظاہر ہوتا ہے، یہ درحقیقت سالک کی باطنی نگاہ ہوتی ہے۔ یہاں پر سیرِ قدمی کا عروج مکمل ہو جاتا ہے اور سیرِ نظری شروع ہو جاتی ہے۔

سیرِ نظری اور بے کیف دائمی حضوری کا مرحلہ

اب تک جس قدر سیر ہوئی اس میں سالک اپنے وجود کو عروج کرتے ہوئے محسوس کرتا تھا، اور فنا و بقا کا اثر اپنے وجود میں محسوس کرتا تھا، اس لیے یہاں تک کی اس پوری سیر کو سیرِ قدمی کہتے ہیں۔ پھر جب لطیفہ خاک عروج کر کے پھیل جائے تو اس کے درمیان ایک نور ظاہر ہوتا ہے جب سالک اس نور کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ محسوس کرتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا دھیان اور حضوری خود بخود بے کیف فضا کی صورت میں موجود ہے، اس طرح دھیان کرنے سے یہ حضوری وسیع ہونے لگ جاتی ہے، اس حضوری کو محسوس کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کسی جہت اور جانب میں نہیں لیجانا ہوتا، بلکہ دھیان اور حضوری خود بخود موجود محسوس ہوتی ہے اور سالک کا اپنا

وجود درمیان میں نہیں آتا۔اس حضوری کو وصل عُریانی کہتے ہیں، یہ حضوری دائمی ہوتی ہے۔

اس حضوری کا نام حضرت مجد دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ علمِ حضور رکھتے ہیں اور جو حضوری اس سے پہلے تھی اس کو علمِ حصول فرماتے ہیں۔اس حضوری میں سالک اور کائنات کا وجود درمیان میں حاجب نہیں ہوتا۔تنہا یہ حضوری خود بخود صرف محسوس کرنے سے وسیع ہوتی جاتی ہے۔اگر اس کی وسعت کا خود ارادہ کیا جائے یا اس کی طرف توجہ لے جائی جائے تو یہ حضوری غائب ہو جاتی ہے، لہذا اس کو اپنے ارادہ کے بغیر خود بخود موجود اور وسعت والا محسوس کرنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب یہ حضوری پوری طرح پھیلی ہوئی ادراک میں آجائے تو اس حضوری کے درمیان سالک خود کو نقطے کی صورت میں سیاہ دھوئیں کی طرح محسوس کرتا ہے، سالک کا اپنا آپ اس طرح سامنے آنا درحقیقت سالک کا عدم ہوتا ہے۔

یعنی (جس وقت سالک کچھ نہیں تھا وہ حالت آجاتی ہے) اسی کو سالک کا اثر اور نشان کہتے ہیں، پھر مذکورہ علمِ حضور یعنی وصلِ عُریانی والا دھیان سالک کے اس عدم کے اندر بھی خود بخو د سرایت کیا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ یہ عدم بھی پھیل کر اس حضوری کا حصہ ہوجاتا ہے۔ یہاں یہ بات صادق آتی ہے کہ سالک کو ایسی حضوری حاصل ہوئی ہے کہ جس کے درمیان نہ سالک کا عین رہتا ہے اور نہ نشان۔ پھر اگر یہ حضوری مزید ترقی کرے تو عدمات کے مختلف درجات میں یعنی عالم خلق و عالم امر میں بھی یہ حضوری خود بخود سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ سالک حسب استعداد عدم کے آخری نقطے تک پہنچنے کے بعد اس عارضی عالمِ وہم وخیال سے نکل جاتا ہے اور حقیقی عالَم میں داخل ہوجاتا ہے، یعنی اب سالک کی حضوری اور کیفیت احسان ایسے عالَم میں داخل ہوجاتی ہے جو حقیقی عالَم ہے اور جس کے ساتھ انسان کا تعلق موت کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا، نماز جسے مومنین کی معراج فرمایا گیا اس کی کلّی حضوری بھی اسی عالم حقیقی سے تعلق رکھتی ہے، گویا نماز کی حقیقت جسے نصیب ہوجائے وہ دوران نماز دوسرے عالم میں داخل ہوجاتا ہے، اس عالم میں سیر درحقیقت عالم قُدس میں سیر کا مصداق ہے۔

عقل و قلم این جا رسید ند و سر بشکستند

سیرِ فی اللہ کہنے کی وجہ

چونکہ اس سیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ اور دھیان پہلے سے نور کی صورت میں پھیلے ہوئے لطیفے اور مقام کے اندر جاتا ہے اور سفر کرتا ہے اس لیے اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کے اندر سالک کے باطن کا چلنا اور سفر کرنا۔

عالمِ قدس کی سیر کے اسباق

عالَمِ قدس کی سیر میں قدم رکھنے کے بعد سالک کا پورا باطن عالَمِ قدس میں یا تو ہمہ تن نماز بن کر سیر کرتا ہے، یا تو کعبہ یا قرآن کریم کے نور میں سیر کرتا ہے، جو خودبخود ہر طرف موجود محسوس ہوتا ہے۔ اس سیر کے عموماً دو حصے ہوتے ہیں: پہلے حصّے کے پانچ دوسرے حصّے کے تین سبق ہیں۔ پہلا حصّہ:

پہلا سبق: حقیقتِ کعبہ۔ دوسرا سبق: حقیقتِ محمدی (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام)۔

تیسرا سبق: نورِ محمدی یعنی حقیقتِ احمدی (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام)۔

چوتھا سبق: حُبِّ صِرف یعنی اللہ تعالیٰ کی محض محبت کا عالَم ہونے کا دھیان۔

پانچواں سبق: لاتعیّن۔ دوسرا حصّہ: (1) حقیقتِ قرآن مجید (2) حقیقتِ صلوٰۃ (3) معبودیتِ صِرفہ، یعنی اُس ذات کا دھیان جو معبودِ محض ہے۔

عالَمِ قدس کی اس سیر کے بارے میں اصولی بات یہ ہے کہ دماغ اور سوچ کو کالعدم سمجھ کر صرف ظاہر کو نماز یا حقیقت کعبہ یا تلاوت وغیرہ میں مشغول محسوس کیا جائے۔ جس سالک کی مناسبت عروج کے ساتھ زیادہ ہو اس کی ترقی کا سفر اسی عالَمِ قدس میں چلتا رہتا ہے۔ اور اگر نزول کے ساتھ ہو تو باطنی نگاہ کا رُخ تبدیل ہو جاتا ہے اور آگے آنے والا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے، البتہ نماز میں عروج والی حالت ہو جاتی ہے۔

عالَمِ قدس میں سیر کی مزید وضاحت یہ ہے کہ اس عالَمِ دنیا کو کالعدم سمجھ کر ظاہر میں ہر طرف عالَمِ قدس کا یا متعلّقہ سبق والے مرحلے کا اصل عالَم کے طور پر اعتبار کیا جائے، پھر جو نور یا فضا دھیان میں آئے اس کے ذریعے اور واسطے سے توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف محسوس کیا جائے، جیسے

زبان اور دل ذریعہ اور واسطہ ہوتے ہیں، اسی طرح عالَمِ قدس کی فضا بھی حضوری کا واسطہ ہو جاتی ہے، کبھی فنا کی حالت کے ساتھ، اور کبھی بقا کی حالت کے ساتھ۔ اگر یہ عالَمِ دنیا کالعدم ہو اور عالَمِ قدس احساس میں ہو تو یہ حضوری گویا اَن تعبداللہ کانک تراہ کی حالت ہوتی ہے، اور اگر توجہ صرف اپنے ظاہر کی طرف ہو رہی ہو اور عالَمِ قدس دھیان میں نہ آرہا ہو تو یہ حضوری گویا فان لم تکن تراہ فانہ یراک کی حالت ہو رہی ہے۔

سیر کا تیسرا مرحلہ:

سیر عَنِ اللہِ باللہِ: اب تک سیر کے جتنے مرحلے بیان کئے گئے ہیں ان کا تعلق عروج کے ساتھ ہے۔ یعنی ان میں سالک کا دھیان اللہ تعالی کی طرف اپنے وجود اور لطائف کے سامنے والے حصہ کے ذریعہ شروع ہوتا ہے، نیچے سے اوپر کی طرف چلتا ہے، پھر وہاں سے رفتہ رفتہ وسعت اختیار کرتے ہوئے باقی جہات میں پھیل جاتا ہے اور یہ دھیان اپنے وجود سے بلکہ سارے عالم سے دور ہوتا جاتا ہے، تنگ فضا سے کھلی فضا کی طرف چلتا ہے۔ جبکہ سیر کے اگلے دو مرحلوں کا تعلق نزول کے ساتھ ہے، یعنی ان میں دھیان اور توجہ الی اللہ کا سفر اوپر تا حدِّ نگاہ پھیلی ہوئی فضا سے نیچے کی طرف ہوتا ہے، اس کا ادراک عموماً اپنے وجود کی پشت یا عالم کی پشت کی جہت سے شروع ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ تمام جہات میں پھیل جاتا ہے۔ آگے آنے والے دونوں مرحلوں میں سالک اوپر پھیلی ہوئی فضا سے نیچے کی جہت میں اپنے وجود یا عالم کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ کھلی فضا سے تنگ فضا کی طرف آتا ہے، پھر اس جگہ سے دھیان ہر جہت میں پھیل جاتا ہے، اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اِن دو سیروں کا تعلق نزول کے ساتھ ہے۔

اس مرحلے کے نو (۹) اسباق ہیں:

پہلا سبق:۔ لطیفۂ نفس کے اندر آگ لطیفے کی سیر

اس مرحلے میں ذکر و فکر محسوس کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے باطنی نگاہ اوپر فضا کی طرف

لیجائی جائے، پھر اسی فضا میں باطن کی یہ نگاہ اپنے سر کے اوپر سے گزار کر اپنی پشت کی طرف لائی جائے، پھر پشت کی جانب سے سامنے سینے کی طرف اپنے نفس کو دیکھا جائے، نفس کا ادراک اس مرحلے میں عموماً ستارے کی مانند نور کی ٹکیہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ جب نفس اسطرح احساس میں آجائے تو نفس کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان کو محسوس کیا جائے اور اقربیت کے احساس سے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی پکار کو محسوس کیا جائے، اقربیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ میرے قریب ہیں۔ مذکورہ مراقبے کے دوران خود کو ہمہ تن لطیفۂ آگ تصور کیا جائے، اسطرح احساس میں آنے والا اپنا پورا وجود رفتہ رفتہ نفس کی نورانی ٹکیہ کے احاطے میں فنا محسوس ہوتا جائے گا۔

مذکورہ سبق میں اپنے آپ سے یعنی لطیفۂ آگ سے پہلے نفس کا نور دھیان میں آتا ہے، جس کے ذریعے یہ احساس خود پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ میرے قریب ہیں، پھر توجہ والے اسی احساس کے ساتھ اسم ذات کا ذکر ہوتا ہے، لفظ اور حروف نہیں ہوتے، پھر جسقدر نفس کے حضوری والے نور کی طرف توجہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر سالک خود کو (جو ہمہ تن لطیفۂ آگ ہے) اس نور کے اندر فنا محسوس کرتا جاتا ہے، اور حضوری کی کیفیت کا احساس بھی کم ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ پوری طرح فنا ہوجاتا ہے، اور وصل کی کیفیت کم ہوتے ہوتے ختم ہوجاتی ہے۔

پھر جب یہ فنا مکمل ہوجائے تو نفس دوبارہ ستارے کے نور کی مانند ظاہر ہوجاتا ہے، جب یہ حالت ہوجائے تو اگلا سبق شروع ہوجاتا ہے۔

دوسرا سبق: نفس کے نور کے اندر لطیفۂ ہوا کی سیر

اس سبق میں بھی جب اوپر کی جہت سے نیچے کی طرف پشت کی جانب سے سینے کی طرف دیکھا جاتا ہے تو نفس ستارے کی مانند نور کی طرح ظاہر ہوتا ہے، اور اس نور کے باہر اپنا وجود سیاہ یا ٹھوس صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جو درحقیقت لطیفۂ ہوا ہوتا ہے۔ اس سبق میں بھی پہلے سبق کی طرح اقربیت والے دھیان کے ساتھ ذکر وفکر ہوتا ہے، اور اپنا آپ ہمہ تن ہوا لطیفہ محسوس ہوتا

ہے، جو رفتہ رفتہ نفس کے نور کے اندر فنا ہوتا جاتا ہے، جب یہ فنا مکمل ہو جائے تو نفس دوبارہ نور کی ٹکیہ کی مانند سامنے آتا ہے اور اگلا سبق شروع ہو جاتا ہے۔

تیسرا سبق: نفس کے نور کے اندر لطیفۂ پانی کی سیر

یہ سبق بھی پہلے دو سبق کی طرح مکمل ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس میں سالک خود کو ہمہ تن لطیفۂ پانی محسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ یہ لطیفہ بھی نفس میں فنا ہو جاتا ہے۔

چوتھا سبق: نفس کے نور کے اندر لطیفۂ خاک کی سیر

یہ سبق بھی پہلے تین سبق کی طرح ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں سالک خود کو ہمہ تن لطیفۂ خاک محسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ یہ لطیفہ بھی نفس کے نور میں فنا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ چار سبق پورے ہونے کے بعد نفس گیند نما کرہ کی طرح بے رنگ ہو جاتا ہے، پھر جب نفس بے کیف نور کے گول کرّے کی طرح اندر سے خالی ہو جاتا ہے اور نور کی صورت میں حضوری سے عاجز ہونے کی کیفیت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے تو رفتہ رفتہ یہ وسعت اختیار کر کے پھیل جاتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے، جب یہ حالت ہو جائے تو اگلا سبق شروع ہو جاتا ہے۔

پانچواں سبق: لطیفۂ قلب کی لطیفۂ نفس میں سیر

باطنی نگاہ کے ذریعے اوپر کی جہت سے نیچے کی طرف اور پھر پشت کی جانب سے سینے کی طرف نفس کو نورانی فضا کی صورت میں دیکھا جائے، اور اقربیت کے احساس سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے، اس دوران سالک کو اپنا باطنی وجود جو نفس میں حضوری کے لیے متوجہ ہوتا ہے، ہمہ تن لطیفۂ قلب محسوس ہوتا ہے، اور پھر رفتہ رفتہ سالک کا یہ وجود یعنی لطیفۂ قلب نفس کے نور کے اندر داخل ہو جاتا ہے، اور نفس کے احاطہ میں فنا ہو جاتا ہے۔ جب لطیفۂ قلب (جو احساس میں سالک کا اپنا وجود ہوتا ہے) شروع میں نفس کے اندر اقربیت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کیفیت وصل اور سرور کی ہوتی ہے پھر لطیفۂ قلب کا حامل سالک جسقدر نفس کے اندر وصل والی حضوری کے قریب ہوتا جاتا ہے وصل و سرور کی کیفیت کم ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ پوری طرح

نفس کے اندر داخل ہونے کے بعد یہ کیفیت، حضوری سے مایوسی اور محرومی میں تبدیل ہوجاتی ہے ، پھر اسی یاس وحرمان کے ساتھ لطیفۂ قلب کے مجموعے کی صورت میں خود کو نفس کے احاطے میں اسطرح دیکھنا ہوتا ہے جسطرح گیند اوپر فضا کے احاطے میں ہوتی ہے، اسکے بعد لطیفۂ قلب والا سالک کا یہ وجود نفس میں فنا ہوجاتا ہے، پھر نفس کے بے کیف رنگ میں رنگا جاتا ہے یہ بقا ہے ،اس کے بعد اگر سالک ولایت روحیہ کی استعداد بھی رکھتا ہو تو سالک دوبارہ خود کو نفس کے احاطے سے باہر محسوس کرنے لگ جاتا ہے، یہ درحقیقت سالک کے وجود کا وہ حصہ ہے جو لطیفۂ روح کا مجموعہ ہے۔

چھٹا سبق: لطیفۂ روح کی لطیفۂ نفس میں سیر

اس مرحلہ میں پہلے کی طرح سالک پشت کی طرف سے سینے کے درمیان نفس کو ستارے کی مانند گول ٹکیہ کی طرح دیکھتا ہے، اور پھر حسب سابق قرب واقربیت والی حضوری سے متوجہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ پہلے کی طرح وصل اور یاس کی کیفیت ہوتی ہے، اور سالک کے وجود کا وہ حصہ جو احساس میں ہمہ تن لطیفۂ روح ہے نفس کے احاطہ میں فنا ہوجاتا ہے۔

اگر سالک ولایت سر کی استعداد بھی رکھتا ہو تو دوبارہ خود کو نفس کے احاطے کے باہر محسوس کرنے لگ جاتا ہے، سالک کا یہ وجود درحقیقت لطیفۂ سر کا مجموعہ ہے۔

ساتواں سبق: لطیفۂ سر کی لطیفۂ نفس میں سیر

قلب و روح کی طرح اس مرحلہ میں بھی سالک کے وجود کا وہ حصہ جو لطیفۂ سر کا مجموعہ ہے نفس میں اقربیت کی حضوری کے ذریعے حسب سابق نفس کے احاطے میں فنا ہوگا۔ پھر اگر سالک ولایت خفی کی استعداد بھی رکھتا ہو تو خود کو نفس کے احاطے کے باہر محسوس کرے گا، سالک کا یہ وجود درحقیقت اس کے وجود کا وہ مجموعہ ہے جو لطیفۂ خفی سے تعلق رکھتا ہے۔

آٹھواں سبق: لطیفۂ خفی کی لطیفۂ نفس میں سیر

پہلے تین کی طرح یہ مرحلہ بھی طے ہوگا۔ اگر سالک لطیفۂ اخفی کی استعداد والا ہو تو اگلا مرحلہ بھی حسب سابق ہوگا۔

نواں سبق: لطیفۂ اخفی کی لطیفۂ نفس میں سیر

فائدہ (۱) جب استعداد کے مطابق سالک کا آخری لطیفہ ''نفس'' کے اندر داخل ہوگا تو اس وقت احساس میں سالک کی ساری معلومات یعنی سارا عالم خلق اور سارا عالم امر لطیفۂ نفس کے احاطے میں آ کر فنا ہوگا، یہاں پر سیر عن اللہ باللہ مکمل ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد اگر سالک چاہے تو سیر نظری والی حضوری کو محسوس کرے۔

فائدہ (۲) سیر فی اللہ اور سیر عنِ اللہ بِاللّٰہ یہ دونوں سیریں سالک کی استعداد کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً اگر سالک صرف ولایت قلبیہ کی استعداد رکھتا ہے تو سیر قلب کے درجہ تک ہوتی ہے، یہی حال اگلی چار ولایتوں کا ہے۔ البتہ اگر سالک کا شیخ اگلے لطائف کی استعداد والا ہو تو ایسے سالک کی اپنی استعداد کے بعد شیخ کی ولایتوں کے واسطے سے سیر ہو سکتی ہے، مثلاً سیر فی اللہ میں ولایت قلبیہ والے کی سیر اپنے قلب کے احاطے کے بعد شیخ کے روح لطیفے کے احاطے میں ہوگی، پھر شیخ کے سر لطیفے میں اسی طرح اخفی تک، اور سیر عن اللہ باللہ میں مذکورہ سالک کا روح لطیفۂ شیخ کے لطیفۂ نفس میں سیر کرے گا، پھر سر، خفی، اور اخفی میں، بشرطیکہ شیخ ان ولایتوں کی استعداد اور کمالات کا حامل ہو۔

سیر عَنِ اللہِ بِاللّٰہ کہنے کی وجہ

اس سیر میں پہلے سے حضوری سے آراستہ لطائف اپنی حضوری کے رخ کو چھوڑ کر نفس کے اندر موجود حضوری میں سیر کرتے ہیں، اس لیے اس سیر کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں، یعنی پہلے سے حاصل شدہ حضوری سے دور ہونا ہے اللہ تعالی کی حضوری کے ساتھ۔

فائدہ:۔ اگر یہ سیر مزید ترقی کرے تو سارا عالم کبیر اور ولایت صغری میں سالک کا مبداء تعین بھی نزول کر کے نفس میں فنا ہو جاتا ہے۔

سیر کا چوتھا مرحلہ:۔سیر عَنِ الْاَشْیَاءِ بِالْاَشْیَاء

جب سالک کا سارا باطن نفس کے بے کیف نور کے احاطے میں آ کر فنا و بقا حاصل کر لے، اور کیفیت احسان میں مزید ترقی ہو تو اس کے بعد جو سیر ہوتی ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پہلی تحقیق کے مطابق وہ سیر سیر عَنِ الْاشْیَاءِ بِالْاشْیَاء ہوتی ہے۔

اس سیر کا آغاز اسطرح ہوتا ہے کہ جب حقیقت نفس (جو چار لطائف آگ، ہوا، پانی اور مٹی کا مجموعہ ہے وہ) رفتہ رفتہ نفس کے احاطے میں گیند نما دائرے کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے، تو یہاں سے سیر عَنِ الْاشْیَاءِ بِالْاشْیَاء کا آغاز ہو جاتا ہے، اس سیر کے سبق درج ذیل ہیں:

پہلا سبق (۱):۔آگ لطیفے کی سیر بیضوی صورت میں حقیقت نفس کے احاطے میں اسطرح ہوتی ہے کہ آگ لطیفہ میں حقیقت نفس فنا ہو جاتی ہے، نیز اس سیر کے دوران حقیقت نفس بھی اپنے جزو آگ لطیفے کے احاطے میں مدوراتی صورت میں اسطرح چکر لگاتی ہے کہ آگ لطیفہ محیط گولائی کی صورت میں حقیقت نفس کی سیر کرتا ہے اس سیر میں حقیقت نفس کے اندر باہر آگ لطیفہ سرایت کرتا جاتا ہے، یہاں تک کہ حقیقت نفس آگ لطیفے میں فنا ہو جاتی ہے، پھر حقیقت نفس دوبارہ گول صورت میں ظاہر ہوتی ہے، یہاں سے اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔

دوسرا سبق (۲):۔حقیقت نفس کے اپنے جزو ہوا لطیفے کی ''حقیقت نفس'' میں محیط گولائی کی صورت میں سیر ہوتی ہے، یہ سیر اسی طرح ہوتی ہے جسطرح آگ لطیفے کی سیر ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ حقیقت نفس گولائی والی صورت میں ہی ہوا لطیفے میں فنا ہو جاتی ہے پھر جب حقیقت نفس دوبارہ سامنے آ جائے تو اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔

تیسرا سبق (۳):۔ پانی لطیفے کی محیط صورت میں حقیقتِ نفس کے اردگرد سیر ہوتی ہے ،جسطرح آگ اور ہوا لطیفے کی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ حقیقت نفس فنا ہونے کے بعد دوبارہ سامنے آ جائے۔

چوتھا سبق (۴):۔مٹی لطیفے کی سیر حقیقت نفس کے اندر باہر محیط صورت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ لطیفۂ خاک بیضوی دائرے کی صورت میں نور بن کر تا حدِّ نگاہ وسیع ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ پھر اگر اسطرح وسعت کے بعد لطیفۂ خاک کے وسط میں نور کا نکتہ ظاہر ہو جائے تو یہ نکتہ لطیفۂ دماغ ہے۔ یہاں سے لطیفۂ دماغ کی سیر بھی بیضوی اور مدوّراتی صورت میں ہوتی ہے، نگاہ نکتہ اور احاطے دونوں کی طرف ہوتی ہے، جب اس نکتہ کی سطح بے کیف نور بن کر پھیلنے لگ جائے تو اسی نکتے کے مقام پر دوسرا نکتہ ظاہر ہوتا ہے، پہلے کی طرح وسیع ہو جاتا ہے، یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ لطیفۂ دماغ اندر سے خالی ہو جاتا ہے اور یہاں یہ سیر مکمل ہو جاتی ہے۔

سیر عَنِ الْاَشْیَاءِ بِالْاَشْیَاءِ کہنے کی وجہ

چونکہ اس سیر میں سالک کا دھیان اشیاء سے دور ہوتا جاتا ہے، لیکن یہ دوری بھی اشیاء کی حضوری کے واسطے سے ہوتی ہے (شجرۂ موسوی کی طرح) اس لئے پہلی بات کو عن الاشیاء اور دوسری کو بالاشیاء کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مثلاً پہلے مرحلے میں ہوا، پانی، مٹی اور ان کے مجموعی متعلقات سے دھیان دور ہوتا جاتا ہے لیکن یہ دور ہونا بھی اللہ تعالی کی طرف اس دھیان کے ذریعے ہوتا ہے جو آگ لطیفے کے واسطے سے ہوتا ہے۔ یہی حال بقیہ عناصر سے سیر کا بھی ہے۔

اس سیر کے بعد سالک کا سارا عالمِ خلق اس لطیفے کے احاطے میں آجاتا ہے جس کا تعلق سالک کی استعداد اور ولایت کے ساتھ ہوتا ہے۔

سیرِ اربعہ کے بعد کیفیتِ احسان کا مرکز

اس سیر کے بعد سالک کی ترقی کا معاملہ سینے کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ یعنی مذکورہ چاروں سیریں مکمل ہونے کے بعد جب سالک اوپر پھیلی ہوئی فضا میں اپنے باطنی وجود کو پشت کی جانب سے سینے کی طرف باطنی نگاہ سے دیکھے تو اس وقت احساس ومشاہدے میں آئے گا کہ اس کا سینہ سارے عالَمِ خالق کا مجموعہ ہے۔ اور تمام معلومات کا مرکز ہے اور سارا سینہ (جو عالم خلق کا مجموعہ ہوگا) اوپر فضا کی صورت میں تا حدِّ نگاہ پھیلے ہوئے اُس لطیفے کے احاطے میں ہوگا جس لطیفے کے ساتھ سالک کی ولایت اور استعداد کا تعلق ہوگا، مثلاً اگر سالک ولایت سر کی استعداد والا ہوگا تو سر لطیفہ اوپر فضا کی صورت میں اسطرح وسیع اور پھیلا ہو ہوگا کہ تا حدِّ نگاہ اس کی وسعت ہی ہوگی

،اور اس لطیفے کے احاطے میں سارا عالم خلق سینے والے مقام میں محسوس و مشاہد ہوگا۔ اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان یعنی کیفیت احسان اسطرح پیدا ہوتی ہے اور ترقی کرتی ہے کہ باطنی نگاہ پشت کی جانب سے سینے پر ہوتی ہے، اور سینے کے اندر یقین کی بنیاد پر غیبُ الغیب ذات کی حضوری کو ذکر یا فکر کے ذریعے محسوس کرنا ہوتا ہے، جس کے ذریعے سینہ وسیع ہوجاتا ہے، اور اندر سے خالی ہوکر اپنے مشرب کی طرف عروج کرتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایمان ویقین اور غیبُ الغیب ذات کی حضوری محسوس کرنے کا مرکز ہوجاتا ہے اور اپنے مشرب میں فنا ہوجاتا ہے۔

حقیقت محمدی واحمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحدیت مجردہ

جب سالک رشید کا سینہ اپنے مشرب میں فنا ہونے کے بعد دوبارہ ظاہر ہوجائے تو وہ مشاہدے میں مشرب والے لطیفے کے پھیلاؤ کے درمیان ظاہر ہوتا ہے، اور حضوری کا مرکز بن جاتا ہے، یہاں سے نزول کے اعتبار سے حقیقتِ محمدی ﷺ میں سیر شروع ہوجاتی ہے (اس سے پہلے جو سیر حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی تھی وہ عروج کے لحاظ سے تھی۔) اس سیر کے تین مرحلے ہیں: (۱) حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حقیقتِ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم (۳) احدیتِ مجردہ یعنی محض ایک ذات کا بے کیف دھیان۔ یہ سیر ابتداء میں درحقیقت لفظ محمد کے پہلے ''میم'' کے اسرار میں سے ہے۔ جب تمام عوالم اس میم کے احاطے اور وسعت میں فنا و بقا سے شرف یاب ہوتے ہیں تو ''ح'' کی وسعت حضوری کے طور پر پَرتَو ڈالتی ہے اور میم کا دائرہ ح کے احاطے میں فنا ہوجاتا ہے۔ پھر بقا کے بعد پہلا میم الف سے تبدیل ہوکر ''احمد'' بن جاتا ہے پھر معاملہ ''احمد'' کی میم کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ یہی درحقیقت حقیقتِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جو آگے مزید ترقی کرکے ''اَحَد'' کے ساتھ وابستہ ہوجاتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ: جب سیرِ اشیاء کے بعد بلند ہمت سالک نگاہِ باطن سر کے اوپر سے نیچے پشت کی طرف لیجاتا ہے اور پھر سینے کے اندر نگاہِ باطن سے مشاہدہ کرتا ہے تو اسکی نگاہ سینے سے باہر نکل آتی ہے، یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ جہاں نہ اَنفُس ہوتا ہے نہ آفاق، یہاں سے سیر کا تعلق اَنفُس اور آفاق سے ماوراء ہوجاتا ہے۔ اس سیر کے مرحلوں کے بیان سے پہلے یہ تفصیل جاننا ضروری ہے:

اَنفُس وآفاق سے ماوراء سیر کا بیان

جب بلند ہمت سالک کی نگاہ ''باطن'' کے وسیع ہونے کے بعد اسطرح ہوجاتی ہے کہ وہ پشت کی طرف سے سینے کے مقام میں اپنے پھیلے ہوئے نورانی باطن کو دیکھتا ہے تو وہاں خود کو یعنی اپنے باطن کو نہیں پاتا، اور اپنے ظاہری وجود کو بھی باطنی نگاہ میں اسطرح بے کیف فضا کا حصّہ پاتا ہے کہ اپنے آپ کے ساتھ اس کا کوئی احساس و تعلق ادراک میں نہیں آتا، لیکن جب اپنے اسی بے کیف فضا کا حصّہ بن جانے والے ظاہری وجود کو اوپر پشت کی جانب سے سینے میں دیکھتا ہے تو اس کی باطنی نگاہ احساس و ادراک میں سینے سے باہر نکل آتی ہے، اور باہر ایسا عالم ادراک میں آتا ہے کہ اس میں نگاہِ باطن جانے کے بعد سالک کے ادراک و احساس میں نہ اَنفُس آتا ہے نہ آفاق، بلکہ یہ احساس و ادراک ہوتا ہے کہ سالک خود اور اسکی ساری معلومات یعنی زمین وآسمان وغیرہ سب کچھ پیچھے رہ گیا ہے، اور اب ایسا عالَم ہے کہ جہاں نہ سالک کا ظاہر ہے نہ باطن، نہ زمین ہے اور نہ آسمان، چونکہ سامنے آنے والے اس عالَم میں ادراک کے طور و طریقے بدل جاتے ہیں، لہذا اس تبدیلی کو محسوس کرنے کے لئے دو باتیں تمہید کے طور پر سمجھنا ضروری ہیں:

پہلی بات: ہیئت وحدانی کا مطلب۔ دوسری بات: عالَمِ وہم و تخیل کا مطلب

ہیئت وحدانی کا مطلب

ہیئت وحدانی انسان کامل کے ادراک واحساس کی وہ قوّت ہے جو دس لطائف کا مجموعہ ہے یعنی: قلب، روح، سرِّ، خفی، اخفی، نفس، آگ، ہوا، پانی اور مٹی- ان سب کے جمع ہونے سے ایک باطنی وجود انسانِ کامل کو نصیب ہوتا ہے، یہ وجود کیفیتِ احسان کے ایسے ادراکات اور احساسات رکھتا ہے کہ جن کے ادراک سے ہمارا ظاہری جسم بھی قاصر ہوتا ہے اور اِس ظاہری جسم کے اندر موجود مختلف اجزاء اور لطائف جیسے دل و دماغ وغیرہ بھی محروم اور عاری ہوتے ہیں۔

عالَمِ وہم و تخیّل

جس جہاں میں ساری مخلوقات اور زمین وآسمان آباد ہیں چونکہ یہ جہاں پہلے نہیں تھا اور

روزِ قیامت دوبارہ ختم ہو جائے گا، اسلئے اس جہاں کو عارضی اور فانی کہا جاتا ہے، جب سالک رشید کی سیر کا معاملہ انفس و آفاق سے نکل جاتا ہے تو اس کو یہ بات مشاہدے کے طور پر اسطرح سمجھ آتی ہے کہ جسطرح انسان کے دل و دماغ میں مختلف خیالات، شکلیں اور صورتیں پیدا ہوتی ہیں، اور پھر ختم ہو جاتی ہیں، اسیطرح ساری مخلوقات اور زمین و آسمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم وقدرت کے سامنے ایسے ہیں جیسے انسان کے سامنے اس کے دماغ میں موجود خیالات اور شکلیں، یہ مثال بھی ایک لحاظ سے سمجھانے کے لیے دی گئی ہے، پوری طرح یہ مثال بھی بات سمجھنے کے لیئے ناکافی ہے، کیونکہ ''چہ نسبت عالمِ خاک را با عالمِ پاک'' اور لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ایک حقیقت ہے، البتہ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى معرفت کا ایک دروازہ ہے۔ جب سالک کی سیر کا معاملہ انفس اور آفاق سے نکل جاتا ہے تو اس کو ادراک واحساس کی بنیاد پر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ سارا عالم درحقیقت وہم وخیال ہے، اُس وہم وخیال کی طرح جو انسان کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے، لیکن اس فرق کے ساتھ کہ انسان اور اس کی صفات ناقص وفانی ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بلند وبے مثل ذات وصفات کامل اور باقی ہیں۔ اس لیئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کمالِ قدرت سے اس عالَم کو ایسا قرار وثبات دیا ہے کہ وہ مختلف مرحلوں سے خاص وقت اور ترتیب کے ساتھ گزر رہا ہے اور گزرے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (حدید:۲۵) یعنی دنیاوی زندگی تو بس دھوکے کا عارضی سامان ہے۔

انفس و آفاق سے باہر سیر کی دو قسمیں

فائدہ: انفس و آفاق سے ماوراء سیر کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ہیئتِ وحدانی سے تعلق رکھتی ہے، یہ قسم درحقیقت الگ نسبت اور شاہراہ سے تعلُّق رکھتی ہے، سیر وسلوک کے اسباق کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اُن خاص نسبتوں میں سے ہے جو کسی بلند درجہ عارف کے ساتھ خاص ہوتی ہے یعنی سلسلۂ نقشبندیہ بلکہ تمام اولیاءِ کرام کے مرکزِ رُشد و عرفان حضرت شیخ مجدّد الفِ ثانیؒ کی خاص نسبتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، اور ہمیں ان کے فیوض سے مالا مال فرمائے، اور ان کے علوم کی قدر اور سمجھ نصیب فرمائے آمین۔

اور دوسری قسم کا تعلق تنہا لطیفہ خاک سے ہے، اور یہی قسم درحقیقت حقیقتِ محمدی واحمدی اوراحدیتِ مجردہ کی تفصیل ہے۔ دونوں قسموں سے یکے بعد دیگرے ذکر وفکر کیا جائے یا اُن میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جائے دونوں صورتیں درست ہیں۔

انفُس وآفاق سے باہر سیر کی پہلی قسم کا بیان

اگر سالک رشید کو مذکورہ دوتمہیدیں صحیح سمجھ آجائیں تو اگلی بات سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ سینے سے باہر یعنی انفس وآفاق کی سیر پوری کرنے کے بعد حضوری اسطرح ہوتی ہے کہ سالک کے ادراک واحساس میں ایسا عالَم ہوتا ہے جس کی غیر معلوم وغیر محدود فضا میں ہیئت وحدانی کا مجموعہ بیضوی صورت میں ہوتا ہے، جب ہیت وحدانی اسطرح سامنے آجائے تو سالک خود کو اور زمین وآسمان سمیت ساری مخلوقات کو نہ تو ہیئتِ وحدانی کے حصے کے طور پر ادراک کرتا ہے اور نہ اس سے الگ سمجھ سکتا ہے، بلکہ سالک اور سارے جہان ادراک میں ہیئتِ وحدانی کا ایسا حصہ محسوس ہوتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ سے احساس وادراک کی ہر حیثیت ختم ہو جاتی ہے، صرف ہیئت وحدانی ادراک میں آتی ہے، جس طرح دماغ میں موجود خیالات الگ سے اپنی کوئی شناخت اور حیثیت نہیں رکھتے، صرف سر اور دماغ ایک وجود اور حیثیت کے طور پر متعین ہوتے ہیں۔

اس مرحلے میں حضوری اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتی توجہ اور دھیان ہیئتِ وحدانی کی باہر والی فضا سے ہیئتِ وحدانی کے اندر غیر متعین طور پر ادراک میں آتی ہے چونکہ ہیئتِ وحدانی والی مذکورہ احسانی کیفیت اگر ترقی کرے تو اس کے بھی مختلف ادراکات ہوتے ہیں اس لیے انہیں بھی مرحلہ وار بیان کیا جاتا ہے، واللہ تعالیٰ ھوالموفق

نوٹ: ہیئتِ وحدانی کے درج ذیل مرحلے اختیاری ہیں اگلے مرحلوں کے لیے موقوف علیہا نہیں ہیں۔

کیفیت احسان کے ہیئتِ وحدانی کے ذریعے ادراک کے مرحلوں کا بیان

پہلے سبق کے تین حصے ہیں:

پہلا حصہ: ہیئتِ وحدانی کے لطیفہِ قلب کا ہیئتِ وحدانی میں سرایت کرنا

جب مذکورہ تفصیل کے مطابق سالک رشید کا معاملہ عالم وہم وخیال سے نکل جاتا ہے اور وہ کھلی فضا سے اپنی باطنی نگاہ پشت کی جانب سے اوپر سے نیچے اور پھر سینے کے اندر سے باہر لاتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی ہیئتِ وحدانی بیضوی صورت میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ ہیئتِ وحدانی اپنے لطیفہِ قلب کے بیضوی احاطے میں ہے۔ اس مرحلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتی توجہ کا ادراک اس طرح ہوتا ہے کہ ہیئتِ وحدانی کا لطیفہ قلب پوری ہیئتِ وحدانی میں حضوری کا آئینہ اور مظہر بن کر سرایت کئے ہوئے ہوتا ہے۔

جب مذکورہ حضوری کے ذریعے ساری ہیئتِ وحدانی میں اس کا لطیفہ قلب بے کیف فضا کی طرح سرایت کر جائے تو اگلا حصہ شروع کرنا ہوتا ہے۔

دوسرا حصہ: لطیفہ خاک کی وسعت

دوبارہ سینے کی طرف سے پیچھے بیان کی گئی ہیئتِ وحدانی کو لطیفہ خاک کے ذریعے دیکھنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ لطیفہ خاک کے ذرے میں خود کو ہمہ تن محسوس کرتے کرتے لطیفہ خاک خود بے مثل ذات کی حضوری کا مظہر و آئینہ بنتا جاتا ہے، اور وسعت اختیار کرتے کرتے ساری ہیئتِ وحدانی میں سرایت کر جاتا ہے، یہاں تک کہ ہیئتِ وحدانی لطیفہ خاک کی وسعت میں فنا ہو جاتی ہے، پھر دوبارہ باطنی نگاہ سالک کو اپنی طرف کرنی ہوتی ہے۔

تیسرا حصہ: خاک لطیفے کا اپنی اصل میں نزول

جب دوبارہ اپنا آپ باطنی نگاہ کے سامنے آنے لگے تو یہ نگاہ پشت کی طرف سے مزید

نیچے جاتی ہے، اور اپنے باطنی وجود کے قدم کے نیچے دھیان میں آنے والی لطیفۂ خاک کی اصل کے اندر حضوری کو محسوس کرنا ہوتا ہے، یہ مرحلہ خاک لطیفے کی اپنی اصل طینت میں نزول کا ہوتا ہے، یہاں تک کہ سالک جو ہمہ تن خاک لطیفہ ہوتا ہے اپنی طینت میں فنا ہوجاتا ہے۔ اگر اس کے بعد مزید ترقی ہوتو ہیئتِ وحدانی دوبارہ سامنے آتی ہے جب ہیئتِ وحدانی دوبارہ سامنے آجائے تو اگلا مرحلہ شروع کرنا ہوتا ہے۔

بقیہ چار سبق

دوسرا مرحلہ: اس مرحلے میں ہیئتِ وحدانی اپنے لطیفہ روح کے احاطے میں بیضوی صورت میں ہوتی ہے اور پہلے مرحلے کی طرح اس کا لطیفہ روح حضوری کا مظہر بن کر ساری ہیئتِ وحدانی میں رفتہ رفتہ سرایت کرتا ہے، یہاں تک کہ سالک سینے کی طرف سے دوبارہ خود کو ہمہ تن لطیفہ خاک محسوس کرتا ہے پھر لطیفہ خاک اپنی دوسری اصل میں فنا ہوجاتا ہے اور پہلے مرحلے کی طرح یہ مرحلہ بھی مکمل ہوتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: اس مرحلہ میں ہیئتِ وحدانی اپنے لطیفۂ سِر کے احاطے میں بیضوی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ مرحلہ بھی پہلے دو مرحلوں کی طرح مکمل ہوتا ہے۔

چوتھا مرحلہ: ہیئتِ وحدانی اپنے لطیفہ خفی کے احاطے میں ہوتی ہے۔ حسب سابق یہ مرحلہ بھی مکمل ہوتا ہے۔

پانچواں مرحلہ: اگر سالک اس مرحلے کی استعداد بھی رکھتا ہوتو ہیئتِ وحدانی لطیفۂ اخفی کے احاطے میں ہوتی ہے، حسب سابق یہ مرحلہ بھی مکمل ہوتا ہے۔

اَنفُس و آفاق سے باہر سیر کی دوسری قسم

جب سالک سیر کے مذکورہ مرحلوں کے بعد پشت کی جاجب سے سینے کی بے انتہاء وسیع فضا کے درمیان خود کو دیکھتا ہے تو وہ تنہا لطیفۂ خاک ہوتا ہے، اور یہاں سے حقیقتِ محمدی واحمدی اور احدیتِ مجردہ کے مرحلوں میں سیر کا آغاز ہوجاتا ہے۔

تنہا لطیفہ خاک کا انفس و آفاق کے ماوراء لطائف میں سیر کے مرحلوں کا بیان

سالک اپنی نگاہِ باطن اوپر کی جہت میں عالَمِ امر سے عالَمِ خلق کی طرف لطیفۂ خاک میں لے جاتا ہے، یا پشت سے سینے کی جانب لطیفۂ خاک کی طرف باطنی نگاہ لے جاتا ہے، پھر لطیفہ خاک انفس و آفاق سے ماوراء جس فضا میں جاتا ہے وہ قلب ہوتا ہے، جو انفس و آفاق سے باہر اپنی الگ اور مستقل حیثیت سے تا حد نگاہ پھیلا ہوا ہوتا ہے، لطیفہ خاک اس قلب میں غیب الغیب ذات کی حضوری کے ذریعے داخل ہو کر اس کے اندر پھیلتا ہے اور پھر قلب کے اندر ہی فنا و بقا حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد مذکورہ کیفیت کے ساتھ اگلے لطائف یعنی (۲) روح (۳) سِر (۴) خفی (۵) واخفی میں بھی خاک لطیفہ فنا و بقا حاصل کرتا ہے۔

عدم اور اس میں سالک کے اسم الٰہی کا ظاہر ہونا

اس مرحلہ کے تین حصّے ہیں: پہلا حصّہ: اسم الٰہی کی وسعت:

مذکورہ مرحلہ حسب استعداد مکمل ہونے کے بعد خاک لطیفہ بے انتہاء وسیع ہو جاتا ہے، اور اس کی وسعت کے درمیان عدم ظاہر ہو جاتا ہے، پھر عدم کے مشاہدے والی فضا میں اس طرح دھیان کرنا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے اسماء میں سے تنہا ایک اسم جامع موجود ہے... یہ اسم جامع در حقیقت سالک رشید کا ربّ ہے... اس مرحلے میں تنہا اسم جامع کی بے کیف وسعت اسطرح احساس و مشاہدے میں آتی ہے کہ اللہ تعالی کی طرف کسی بھی طریقے سے دھیان لیجانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ اس مشاہدے کے ہوتے ہوئے دھیان جاتا ہے، اور نہ خود سالک کا اپنا وجود و اثر یا عالم کا وجود یا اثر احساس و مشاہدے میں آتا ہے، بلکہ یہاں ذکر صرف اسم الٰہی کی بے کیف وسعت کے خود بہ خود موجود ہونے کا دھیان اور احساس ہوتا ہے۔

جب اسم الٰہی کی وسعت کا احساس و ادراک اپنی بے انتہائی کو پہنچ کر احساس و ادراک

سے ختم ہو جائے تب دوسرا حصّہ شروع کر دیا جائے۔

دوسرا حصّہ: تنہا حضوری اور دھیان کی وسعت

مذکورہ پہلا حصّہ ہو جانے کے بعد اسم الہی کی اُسی وسعت والی فضا کے اندر اسمِ الہی کی طرف کی جانے والی حضوری اور دھیان کو محسوس کرنا ہوتا ہے، کہ تنہا وہ دھیان اور حضوری رہ گئی ہے جو اسم الہی کی طرف تھی اور اسم الہی کی جگہ اس حضوری کا احساس وادراک وسعت اختیار کرتا جائے گا، یہاں تک کہ بے انتہا وسعت اختیار کر کے احساس وادراک کی فضا میں فنا ہو جائے گا۔

تیسرا حصّہ: ورائیت اور غیبُ الغیب احساس وادراک کی وسعت

جب دوسرا حصّہ مکمل ہو جائے تو احساس وادراک کی نگاہ کے سامنے ایسی فضا رہ جاتی ہے کہ جس میں کچھ نہیں ہوتا، یعنی نہ نور، نہ دھیان، نہ اسم، نہ مسمّی، صرف یہ بات احساس وادراک میں ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بلند وبالا، بے مثل و بے مثل ذات وصفات میں سے کچھ ایسا ہے، ہی نہیں جو میرے احساس وادراک کی محدود وسعت میں آئے۔ جب ورائیت کا یہ احساس غیر محدود وسعت اختیار کر کے فنا ہو جائے تو اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔

فائدہ (۱): مذکورہ آخری تینوں مرحلوں میں سے ہر مرحلہ ایسا ہے کہ اگر اسی میں مشغول رہا جائے تو وہ مشغولیت کبھی اپنی انتہا کو نہ پہنچے لہذا کسی سالک پر اگلا مرحلہ نہ کھلے تو وہ اپنے مذکورہ تین مرحلوں میں ترتیب وار مشغول رہے۔

فائدہ (۲): اگر دل چاہے تو بعض اکابر کی اصطلاح کے مطابق مذکورہ تین مرحلوں کے نام یوں رکھ لو (۱) دائرہ کمالات نبوت (۲) دائرہ کمالات رسالت (۳) دائرہ کمالات انبیاء اولوالعزم۔ اور اگر دل چاہے تو یوں کہدو کہ یہاں پر کمالات نبوت کی سیر مکمل ہوتی ہے اور اس کے بعد دائرہ کمالات رسالت منتظر ہے۔ اور اگر دل چاہے تو سیوارِ اربعہ (جن کے مراحل کا بیان تفصیل سے گزر چکا۔ اُن چاروں) کو سیر الی اللہ کہدو، پھر انفس وآفاق سے ماوراء سیر کو اوپر بیان کئے گئے مرحلے تک سیر فی اللہ کا نام دیدو، اور آگے بیان کئے گئے مرحلے کو سیر عن اللہ باللہ

کہدو یا مذکورہ تحریر کی بنیاد پر یوں کہدو کہ عدم کے ظاہر ہونے سے پہلے والے لطیفۂ خاک کے مرحلے حقیقتِ محمدی میں سیر کے ہیں، اس کے بعد کے مذکورہ تین حصے حقیقتِ احمدی میں سیر کے ہیں۔ غرض یہ کہ نام یا اصطلاح مقصود نہیں۔ اور نہ ہی تنازع یا بحث کے قابل ہے، مقصود کیفیت احسان کی ترقی ہے تاکہ رضائے الٰہی میں قرب وسبقت کا سلسلہ چلتا رہے۔

اہم تنبیہ:

فائدہ (۳): آگے آنے والے مرحلے کی تعبیر اُن اشارات وکنایات میں بھی انتہائی مشکل ہے جو صرف مذکورہ مرحلے طے کرنے والے کو ہی سمجھ آسکیں، پھر دوسرے جو کیفیت احسان کے ان مرحلوں سے کوسوں دور ہیں اگر وہ کوئی ایسا معنی سمجھ لیں جو مراد نہیں ہے تو اس کا بھی کافی امکان ہے۔ اس لئے نہ صرف آگے آنے والے نازک اور باریک اشارات بلکہ مذکورہ کتابچہ میں بیان کردہ جملہ تحریر کا صرف وہی معنی ومطلب مراد ہے جو قرآن وسنّت اور عقائد اہل السنّت و الجماعت کے مطابق ہے، **اجمالاً فیما علم اجمالا و تفصیلا فیما علم تفصیلا**، اس کے بر خلاف جو معنی ومطلب نکلتا ہو وہ باطل ہے، اور سمجھنے والے کا ایسے معاملہ میں مداخلت کرنا ہے جس کا وہ اہل نہیں، خواہ وہ مخلص ہو یا معترض ومعاند۔

اس تحریر کا کاتب قرآن وسنت اور سلف صالحین کی متفقہ فہم کے خلاف سمجھ آنے والے ہر معنی ومطلب سے بری ہے۔ استغفر اللہ ربی من جمیع ما کرہ ربی واتوب الیہ۔

اِس انتہائی نازک صورتحال کے باوجود یہ اشارات وتعبیرات تحریر کرنے پر اس لئے مجبور ہے کہ یہ بھی دین کے اہم شعبے کیفیتِ احسان سے تعلق رکھتی ہیں، اور عالی ہمّت طالبین علم وعمل کے لئے امید کی کرن ہیں، ترقی کا باب ہیں، منزل ومقصود کی طرف مسلسل چلتے رہنے کا اشارہ ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔**

کیفیتِ احسان کے اُن مراحل کا بیان جو احدیتِ مجردہ سے تعلق رکھتے ہیں

جب ورائیت وغیب الغیب والی حضوری کا احساس وادراک اپنی بے انتہاء انتہا کا عکس ظاہر کرے تو آگے وہ مرحلہ شروع ہوجاتا ہے جس میں عالی ہمّت متقی عارف کے ادراک واحساس

کی عارف ومعروف والی نسبت بھی اپنے آپ سے ختم ہوجاتی ہے، یعنی اپنی طرف نسبت کر کے کیفیت احسان کا دھیان اپنے ذریعے یا کسی بھی مقام کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ وہ حالت ظاہر ہو جاتی ہے جس کی تعبیر تقریبِ فہم کے لئے یہ ہوسکتی ہے کہ:

پہلا مرحلہ: ھوالعارف والمعروف

یعنی ایسی بلند ذات ہے کہ وہ خود ہی اپنا ادراک کر سکتی ہے اور کر رہی ہے، خود ہی عارف ہے اور خود ہی معروف، خود ہی متوجّہ ہے اور خود ہی متوجّہ الیہ، اس مرحلے میں دھیان اور توجّہ کی فضا میں مخلوق یا مخلوق سے متعلق کسی بھی شے یا معنی کا ادراک نہیں ہوتا، حتّٰی کہ دھیان وتوجّہ میں یہ بھی نہیں ہوتا کہ میں دھیان کر رہا ہوں، بلکہ عظمت ووسعت والا بے جہت وبے کیف نور ہوتا ہے، وہ بھی اسطرح ادراک میں آتا ہے کہ وسعت وعظمت والی ذات خود اپنی بے جہت ذات کی طرف متوجّہ ہے۔

اس مرحلے کے تین حصّے ذکر کئے جا رہے ہیں:

پہلا حصّہ: ادراک مسمّی انتسابِ مسمّی کے ساتھ: کیفیتِ احسان کو اسطرح محسوس کیا جائے گا کہ ظاہر و باطن میں کچھ ہے ہی نہیں سوائے اس بات کے کہ بے انتہا عظمت وشوکت کا مالک معبود خود اپنی طرف متوجّہ ہے۔ اور پھر سالک رشید کی اپنی عاجز ومحدود ادراک اور سطح کے مطابق... نہ کہ واقع اور حقیقت کے مطابق... اسم ذات کا مسمّی یعنی عظمت ووسعت اور تمام خوبیوں کا مالک معبود خود اپنے قلب کی طرف متوجّہ ہے۔

دوسرا حصّہ: قلب مسمّی کی وسعت: مذکورہ قلب کی بے انتہا وسعت خود بے مثل ذات کے ادراک کے نزدیک، یہاں تک کہ یہ احساس ہوجاتا ہے کہ مسمّی کی توجّہ اپنے جس قلب کی طرف ہے وہ بے جہت بے انتہا وسیع ہے۔

تیسرا حصّہ: مسمّی اپنے قلب کی بے انتہا وسعت کے احاطے میں ساری مخلوقات کی طرف متوجّہ ہو، ساری مخلوقات ایک دائرے کی صورت میں احاطۂ قلب میں مدرک ہوتی ہیں۔ اور پھر

قلب کی توجہ دائرہ مخلوقات میں سرایت کرتی جاتی ہے، اسی قیاس پر اخفٰی مسمّٰی تک فکر کی جائے، اس کے بعد تنہا ارادۂ مسمّٰی کو اپنے ارادے کے بغیر نافذ وساری وجاری مشاہدہ کیا جائے۔۔۔ الی اخرہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم، قلم اینجا رسید و بشکست۔

سبحان اللّٰہ و بحمدہ عدد خلقه ورضانفسه وزنة عرشه و مداد کلماته والحمد لله اولاواخر اوالصلاة والسلام علی نبیه منبع الاسرارومخزن الانوار، و علی جمیع اصحابه واتباعه خصوصاو عموما۔ آمین یارب العلمین

سیر وسلوک کے اسباق کے بارے میں اہم وضاحت

یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کی سوچ اور تصور کے مختلف درجے ہیں، جنہیں وہم و خیال، گمان اور یقین وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس طرح محقق عارفین کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سیر وسلوک میں بھی فکر وتصور اور مشاہدات کی مختلف قسمیں ہیں، بعض کا تعلق دائرہ وہم وخیال کے ساتھ ہوتا ہے، بعض کا عالم امثال کے ساتھ، بعض کا دائرہ ظلال کے ساتھ، بعض کا اصل الاصول کے ساتھ، بعض کا عالم حقائق کے ساتھ، بعض کا آفاق کے ساتھ اور بعض کا اَنفُس کے ساتھ، سیر وسلوک کے جو اسباق پیچھے بیان کیے گئے ہیں ان میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ ایسی تعبیرات اختیار کی جائیں جو فکر وتصور اور مشاہدات کی اس قسم سے تعلق رکھتی ہوں جس میں سالک ظل سے نکل کر اصل الاصول کی طرف چلا جاتا ہے، آفاق وانفس سے آزاد ہو کر باہر قدم رکھتا ہے، تعلق مع اللہ، کیفیت احسان اور تزکیہ مستحکم ہوتا ہے۔ یہ کوشش اس لیے کی گئی ہے کیونکہ اس راستے میں قدم رکھنے کے بعد یہ غلط فہمی بکثرت اور عموما ہو جاتی ہے کہ فکر ونظر دائرۂ وہم وخیال کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں، یا کسی دائرہ ظل کی تفصیل میں چلے جاتے ہیں یا عالم امثال کی مثالی صورتوں سے حظ حاصل کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر چونکہ دائرہ وہم وخیال میں مضبوط قوت خیالیہ ہر ارادے کو خیالی صورت میں پیش کر دیتی ہے، اور دائرہ ظل میں اوپر کے تمام مقامات کا ظل موجود ہوتا ہے، اور عالم امثال میں علم میں آنے والی ہر بات کی مثال ظاہر ہوتی

ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک شاہراہ کے ذریعے اسباق میں مشغول رہتا ہے، جس کی وجہ سے وراء الوراء مقصود اصلی اور منزل حقیقی کی طرف رخ کرنے کی سعادت سے ساری عمر کے لئے محروم ہوجاتا ہے، کیفیتِ احسان اور تزکیہ نفس کے اعلیٰ درجات وثمرات سے دور رہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ سالک جب تک انفس اور آفاق کی سیر مکمل کرکے ان سے آزاد نہ ہوجائے، لطیفۂ خاک کی دیگر لطائف پر وسعت وبرتری کا ادراک نہ کرے اس وقت تک وہ ھوالعارف والمعروف وغیرہ کے احوال۔۔۔ جو انفس وآفاق سے ماوراء ظل واصل کے رشتے سے دور ہیں انہیں۔۔۔ دائرہ وہم وخیال، یا دائرہ ظل یا عالم امثال کا کرشمہ سمجھے، یہ خلط اور مغالطے اس راہ میں بکثرت ہوتے ہیں، نقشبندیہ نسبت میں عموما دائرہ وہم وخیال یا دائرۂ ظلال میں یہ غلط فہمیاں بہت ہوتی ہیں، جبکہ چشتیہ وقادریہ میں عالم امثال میں یہ مغالطے پیش آتے رہتے ہیں، اس لئے اگر کامل ومکمل راہ بین ورہنما کی رہنمائی میسر نہ ہوتو ان اسباق کو محض الفاظ کی ادائیگی اور مبدأ ومنشاِ فیض کے ارادوں سے طے ہوجانے والا نہ سمجھا جائے، بلکہ خود کو بے علم مبتدی یقین کرکے کوشش میں لگا رہے اور فضل الہی سے ایسی صحبت ورہنما کی التجا کی جائے جس کی اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے فضل سے پرورش کی ہو، اور اس کی صحبت ورہنمائی کی برکت سے ان بلند احوال سے کوئی حصہ مل سکے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ مختصر اصطلاحات اور اُن کا مطلب

(۱) یادکرد: یعنی ذکر دل کی زبان سے اس طریقے سے ہو کہ اس میں دھیان اللہ تعالیٰ کی بے مثل وبے مثال ذات کی طرف ہو۔

(۲) بازگشت: یعنی جو ذکر پہلے طریقے سے کیا ہے اس کو بار بار دل سے کرتا رہے یہاں تک کہ دل کی زبان سے لفظِ ''اللہ'' کی ایک ہی پکار ہو، جو ختم ہوئے بغیر آگے اوپر کی طرف جاتے ہوئے محسوس ہوتی جائے۔ جسطرح کسی گھنے جنگل یا بڑے خالی گھر میں آواز دی جائے تو وہ آواز فوراً ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی ایک گونج ہوتی ہے جو آگے دور تک جاتی ہے۔

(۳) نگاہ داشت: جب دوسرے طریقے یعنی بازگشت والی حالت ذکر میں پیدا

ہوجائے تو اوپر کی طرف جانے والی ذکر کی پکار کو باطنی نگاہ سے دیکھتا رہے، اور اس کے پیچھے اپنا خیال لے جاتا جائے جہاں تک جا سکے، اِس کا نام نگاہ داشت ہے۔ جب وہ پکار گُم ہوجائے یا وسوسے آنے لگیں تو پھر سے اِسی طرح ذکر کرے۔

(۴) یادداشت: مذکورہ تینوں طریقوں کے لحاظ سے ذکر کرتا رہے اور ذکر کی باطنی ادراک کے لحاظ سے پیدا ہونے والی دل کی پکار کو باطنی نگاہ سے اوپر اوپر جاتا دیکھتا رہے، یہاں تک کہ جب وہ پکار آگے جاتے جاتے پھیل جائے، (جسطرح روشنی پھیل جاتی ہے) تو اَب پہلے طریقوں سے ذکر نہ کرے بلکہ اِسی ذکر کے پھیلاؤ کا دھیان کرتا رہے۔ یعنی باطنی نگاہ سے اِسی پھیلاؤ کو دیکھتا رہے۔ یہاں تک کہ اِس پھیلاؤ کا دھیان اور مراقبہ مَلکہ بن جائے۔ یعنی اِتنا پختہ ہوجائے کہ ہر وقت بے تکلّف محسوس ہو اور باطنی مشاہدے میں آئے، کسی پریشانی وغیرہ سے ختم نہ ہو۔

فائدہ: یادداشت کا مرحلہ مکمل ہونے اور اِس کے ملکہ بننے کی اہم علامت یہ ہے کہ جس نسبت اور نور کی احساس یا مشاہدے کے ذریعے نگاہداشت کی جارہی ہو وہ اوپر نیچے، دائیں بائیں ہر طرف پھیل جائے، پھر اس کے بعد رفتہ رفتہ سالک کی باطنی نگاہ اُس نور کے اوپر کی سطح پر آجائے اور ''نور'' باطنی نگاہ سے نیچے کی جہت میں ہر طرف بے جہت اس طرح پھیلا ہوا محسوس ہو کہ سالک خود کو بھی اسی نور کے اندر اُس کا حصہ بنا ہوا محسوس کرے۔ اِس کی قریبی مثال یہ ہوسکتی ہے کہ جیسے کوئی سمندر کے اوپر کی سطح کو دیکھ رہا ہو کہ سمندر تا حدِّ نگاہ ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور وہ خود بھی سمندر کے اندر پانی کا حصہ ہو، صرف اس کی نگاہ سمندر کو دیکھ رہی ہو۔

(۵) خلوت در انجمن: جب پچھلا مرحلہ حضوری کے لحاظ سے ملکہ بن جائے تو اِسی پھیلی ہوئی فضا کے درمیان اپنے باطن یا اپنے دل کے اندر خیال لے جائے تو وہاں اسطرح کا احساس ہوگا جیسے وہ تنہا ہے، اردگرد کا ماحول یا کائنات کی کوئی چیز یا کوئی غم یا کوئی خوشی اُس جگہ تصوُّر میں نہیں آئے گی۔ جب یہ حالت پختہ ہوجائے تو اِس کا نام ''خلوت در انجمن'' ہے۔

(۶) سفر در وطن: جب پچھلا مرحلہ واضح ہوجائے اور تنہا اپنا باطن باطنی ادراک اور نگاہ

میں محسوس ومشاہدہ ہوتو اپنے اِسی باطن کے اندر نور کا ایک ذرّہ یا شعلہ خیال اور دھیان میں گول دائرے کی صورت میں چلتا ہوا محسوس ومشاہدہ ہوگا، اِس طرح باطن میں نور کے رواں ہونے کا نام سفر در وطن ہے (اِسی کو سیرِ مُستدیر کہا جاتا ہے، اِس نور کو حقیقت اور دَرَّا کہ وغیرہ بھی کہا جاتا ہے، یہ نور انسان کے عالَمِ امر کا خلاصہ ہوتا ہے)۔

(۷) نظر بر قدم: جب پچھلے طریقے کے مطابق نور یا خیال کا چلنا اور رواں ہونا محسوس ہو تو باطنی نگاہ اِسی چلنے والے نور پر رکھی جائے، باطن پر یا خیال میں پھیلی ہوئی فضا کی طرف باطنی نگاہ نہ رکھے، ورنہ وسوسے آئیں گے اور یکسوئی متاثر ہوگی۔ نور کا یہ ذرّہ ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف خود بخود متوجّہ ہوتا ہے اس کو اپنے ارادے سے متوجّہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ورنہ یکسوئی نہیں رہتی، صرف اِس نور کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ کو محسوس کرنے سے اس کی سیر اپنے باطن میں گول دائرے کی صورت میں ہونے لگتی ہے۔ اس طریقے سے سیر رفتہ رفتہ باطن کے احاطے کے درمیانی مرکز کے قریب ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ جب بالکل درمیان میں پہنچ جائے گی تو یہاں سے یہ سیر باطن کے بالکل درمیان باطن کے اندر اندر شروع ہو جائے گی اور یوں محسوس ومشاہدہ ہوگا جیسے باطن کے درمیان ایک نور ہے اور سالک اس کے اندر ڈوبتا جا رہا ہے۔ سفر در وطن کا اصل مصداق یہ سیر ہے۔ اور خلوت در انجمن کا مصداق باطن کے درمیان موجود یہ نور ہے جو باطن کے احاطے کے بالکل درمیان میں پیدا ہو جاتا ہے، اور رفتہ رفتہ تاحدِّ نگاہ پھیل کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اِسی خلوت در انجمن کے خانہ میں ہی سالک کا قلب نور کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہاں سے وقوفِ قلبی کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔

(۸) ہوش در دم: یعنی توجہ سانس میں ہو، اِس مرحلے کا آغاز آگے وقوفِ زمانی کے مرحلے میں ہوتا ہے، اگر یہاں اس طریقے کی رعایت رکھنی ہو تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب پچھلے مرحلے کے مطابق نور یا خیال چلتا ہوا باطنی نگاہ میں محسوس ومشاہدہ ہو تو اِس دوران اپنی توجّہ اپنے سانس کی طرف رکھے، یعنی باطنی نگاہ نور کے ذرّے کی طرف ہوگی اور توجّہ اپنے سانس کی طرف ہوگی۔ اس طرح نور کا یہ ذرّہ باطنی نگاہ سے غائب نہیں ہوگا اور سیر محسوس ہوتی رہے گی۔

اس طریقے سے سیر انفسی کا مرحلہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ سالک خود اور اسکے مشاہدے اور احساس کی ساری فضا اپنے باطن کے اندر بالکل درمیان میں بے کیف نور بن کر ختم ہوجائے گی۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اصطلاحات اور اُن کا مطلب

مذکورہ آٹھ اصطلاحات پر خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تین اصطلاحات کا اضافہ فرمایا ہے، جو یہ ہیں:

(۱) وقوف قلبی (۲) وقوفِ زمانی (۳) وقوفِ عددی

یہ تینوں اصطلاحات درحقیقت کیفیتِ احسان کے تین مرحلوں کا بیان ہے۔

(۱) وقوف قلبی: جب سفر در وطن کے طریقے پر سیرِ انفسی میں سالک نور ہوکر اپنے باطن میں فنا ہوجائے پھر بقا حاصل کر لے تو اس کے بعد اسی بقا میں سالک کا قلب باطنی ادراک کے لحاظ سے سامنے آجاتا ہے، یہاں سے سالک کو چاہئے کہ اپنی باطنی نگاہ سامنے آنے والے اپنے قلب پر رکھے۔اسی کا نام وقوفِ قلبی ہے۔ یہاں تک کہ قلب رفتہ رفتہ نور ہوکر پھیلتا جائے گا، اور تاحدِّ نگاہ قلب پھیل کر فنا ہوجائے گا، اور پھر خلوت در انجمن کے خانہ میں ہی بقا کے نور سے پھیل جائے گا۔

فائدہ: وقوفِ قلبی کا حقیقی مرحلہ یہی ہے جو ابھی بیان ہوا، اس لحاظ سے یہ سفر در وطن کا ایک حصہ ہے، اس مرحلہ کی تکمیل سے ولایتِ قلبیہ کا مرحلہ مکمل ہوجاتا ہے اور قلب اللہ تعالیٰ کے غیر کو ہمیشہ کے لئے بھول جاتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔بعض اوقات سالک کو پچھلے مرحلوں کی تکمیل سے پہلے ہی وقوفِ قلبی بتادیا جاتا ہے، اُس وقت وقوفِ قلبی کی صورت ہوتی ہے، جو کسی عارضی مصلحت کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ پچھلے مرحلوں کی تکمیل سے پہلے وقوفِ قلبی کی نگہداشت انتہائی مشکل ہوتی ہے،شدید مجاہدے اور محنت سے تکلف کے ساتھ ہوتی ہے، جبکہ مذکورہ موقع پر پچھلے مرحلوں کی تکمیل کے بعد بے تکلُّف اور بغیر مجاہدے کے ذوق وشوق کے ساتھ یہ سعادت نصیب ہوجاتی ہے۔

(۲) وقوفِ زمانی: اِس کا لفظی معنیٰ ہے: وقت اور زمانہ کی آگاہی ہونا۔ اگر سالک

کا وقوفِ قلبی کا مرحلہ مکمل ہوجائے تو قلب کے پھیلے ہوئے دائرے کے پیچھے سے روح بے کیف نور کی صورت میں ظاہر ہوجاتی ہے، اس نور کے ظاہر ہوجانے یا محسوس ہوجانے کے بعد مراقبہ میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے، ایک وقوفِ زمانی اور دوسرا ہوش دردم۔ وقوفِ زمانی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب سالک خلوت درانجمن والے خانے کا ارادہ کرکے اپنی باطنی نگاہ روح کے بے کیف نور کی طرف لیجاتا ہے تو اُس وقت اُس کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ زمانہ اور وقت بے کیف صورت میں ہر طرف پھیلا ہوا ہے، اور اُس کے درمیان میں اُس کی روح ہے، (یعنی باطنی نگاہ روح کی طرف رہے لیکن ساتھ ہی اِس بات کی طرف بھی ہو کہ روح زمانے کے اندر اور اُس کے احاطے میں ہے)۔ اِس طرح ہر وقت خیال کرنے کا نام وقوفِ زمانی ہے۔

البتہ اس طرح تصوُّر اور باطنی نگاہ مرکوز کرنے کے بعد صرف اپنے سانس کے آنے جانے کی طرف توجّہ رکھے، اور اس طرح سانس کے آنے جانے کو ''اللہ'' کا ذکر تصوُّر کرے۔ یعنی جیسے سانس کے ذریعے احساس کے ساتھ (بغیر حروف کے) اسمِ ذات کا ذکر کر رہا ہے، اس طرح سانس میں توجّہ کرنے کا نام ''ہوش دردم'' ہے۔

مذکورہ طریقے سے ذکر کے دوران روح رفتہ رفتہ زمانے کے احاطے میں آجاتی ہے، پھر پھیلنے لگتی ہے یہاں تک کہ ہر طرف روح کا پھیلاؤ مشاہدے میں آنے لگتا ہے اور زمانے کا مشاہدہ و احساس کم ہوتے ہوتے ختم ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے پھیلاؤ کے بعد روح کا فنا ہوجاتا ہے اور پھر بقا۔

فائدہ: مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر کے دوران تصوُّر اور باطنی نگاہ میں صرف تین چیزوں کا احساس اور مشاہدہ ہوتا ہے:

(۱) زمانہ (۲) روح (یعنی صرف روح کی لطیف وسعت زمانہ کے پھیلاؤ میں محسوس و مشاہَد ہوتی ہے۔ اور زمانہ کی وسعت بے نہایت فضا کی صورت میں محسوس و مشاہَد ہوتی ہے۔) (۳) سانس (ذکرِ اسمِ ذات کے طور پر صرف بے کیف نور یا احساس کے ساتھ حروف اور لفظ کے بغیر)

اِن تین کے علاوہ اپنے جسم یا ماحول یا کائنات کی کوئی چیز باطنی ادراک میں نہیں ہوتی۔

فائدہ: مذکورہ تفصیل کے مطابق ہوش دردم اور وقوفِ زمانی ایک ہی مرحلے کے دو مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں، اور وقوفِ قلبی ہوش دردم سے پہلے کا مرحلہ ہے جو سفر در وطن اور نظر بر قدم والے مرحلوں کا ایک حصّہ ہے، غالبًا اسی لئے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے الگ سے بیان نہیں فرمایا، لیکن اُس کی اہمیت اور نظر کا رخ تبدیل ہوجانے کی وجہ سے خواجہِ خواجگان نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اِسے الگ سے بیان فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وقوفِ عددی: اس کا معنی ہے: تعداد سے واقف رہنا۔

یہاں اِس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ لاالٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے طاق عدد کا خیال رکھا جائے، یعنی ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا اکیس بار ذکر کرے۔ سانس روکنا اور طاق عدد کا لحاظ رکھنا یہ ضروری نہیں ہے۔ لیکن دل سے اس ذکر کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

فائدہ (۱): وقوفِ عددی کا مرحلہ درحقیقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سالک کی سیر شاہراہِ نبوّت میں ہیئتِ وحدانی کے ساتھ وابستہ ہوجائے۔

فائدہ (۲): وقوفِ عددی کے اس مرحلے کی مکمل تفصیل آگے کمالاتِ نبوت کی سیر کے تحت بیان کردی گئی ہے، والحمدللہ علیٰ ذلک۔

فائدہ (۳): پیچھے جو مرحلے بیان کئے گئے ہیں اِن کی کیفیتِ احسان کے لحاظ سے عمومی ترتیب یہی ہے جو ذکر کی گئی ہے، البتہ محقق بزرگوں نے کسی عارضی مصلحت یا دیگر عوارض کی وجہ سے یہ ترتیب آگے پیچھے بھی کی ہے، مصلحتوں کی سمجھ کے بغیر ایسا کرنے سے کیفیتِ احسان کی ترتیب خلط ملط ہوجاتی ہے اور ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے۔

مزید اصطلاحات از کاتبُ الحروف

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وتوفیق سے مذکورہ ترتیب کے مطابق لطیفۂ روح سے اگلے مرحلوں کا ذکر بھی گزشتہ بزرگوں کے اسلوب کے مطابق اصطلاح کے انداز میں بیان

کیا جارہا ہے:

اگر سالک روحی لطیفے سے اگلے درجوں کے لئے مستعد ہو تو پیچھے بیان کی گئی اصطلاحات کی ترتیب کے مطابق اُس کا ذکر درج ذیل اصطلاحوں کے مطابق ہوتا ہے:

(۱) حضور در خلوت: جب سالک وقوفِ زمانی کے مرحلے میں اس حالت کو پہنچ جائے کہ روح کا پھیلاؤ ہر طرف بے جہت پھیل کر مکمل ہو جائے اور پھر یہ سارا پھیلاؤ رفتہ رفتہ ختم ہو جائے اور اُس کی جگہ خانۂ خلوت کی پشت سے نگاہ کے سامنے ایسی فضا آنے لگے کہ جس میں سالک کا باطن ہر طرف اسطرح پھیلا ہوا معلوم ہو کہ پورا باطن خلوت ہی خلوت معلوم و مشاہد ہو، تو یہاں سے حضور در خلوت کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ خلوت کے تصوّر والی باطن کی ساری فضا کے بالکل درمیان میں ایک نور محسوس و مشاہد ہوتا ہے، یہ نور خود بخود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حضوری کا نور معلوم و مشاہد ہوتا ہے، سالک اپنے ارادے سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نہیں لے جاتا، سالک کو اس نور کے اندر اپنے یا کائنات کی کسی بھی چیز کا کوئی تعلّق معلوم نہیں ہوتا، سالک صرف اس نور کی حضوری کو محسوس کرتا ہے جس سے یہ نور پھیلتا جاتا ہے، یہاں تک کہ خلوت کی ساری فضا کی جگہ یہ نور پھیل جاتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ نگاہ کے سامنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) علمِ حضور: جب پچھلے مرحلے کے مطابق نفسِ حضوری بے کیف نور کی صورت میں تاحدِّ نگاہ بے جہت پھیلاؤ کے بعد فنا ہو جائے تو باطن اِسی فنا والے مشاہدے کے درمیان ایک بے کیف نور کی طرح ظاہر ہوتا ہے جو در حقیقت خفی کا نور ہوتا ہے، اس کے بعد اسی نور کو باطن کی نگاہ سے اس طرح دیکھا جاتا ہے اور محسوس کیا جاتا ہے کہ سالک خود کو اِس نور کے اندر گُم خیال کرتا ہے، لیکن اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف حضوری اور دھیان محسوس نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف حضوری کا صرف علم ہوتا ہے کہ حضوری ہے لیکن خود وہ حضوری جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان محسوس ہوتا ہے، ادراک اور احساس میں نہیں آتی، حضوری کا یہ علم بے کیف نور کی صورت میں اِس علم کے احساس سے پھیلتا جاتا ہے کہ حضوری ہے، یہاں تک کہ یہ نور تاحدِ نگاہ اور بے جہت

پھیلاؤ کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

(۳) حضورِ علم: جب پچھلا مرحلہ مکمل ہو جائے تو اپنے باطن کے فنا والے مشاہدے کے درمیان ایسا نور ظاہر ہوتا ہے جیسے انتہائی صاف شیشہ ہو جس کے انتہائی صاف ہونے کی وجہ سے شیشے کی دوسری جانب کی چیز نظر آتی ہو اور درمیان میں شیشہ نظر نہ آتا ہو۔ یہ نور درحقیقت اخفی کا نور ہے۔

اِس مرحلے میں سالک پہلے خود کو اس نور کے اندر اس تصوّر کے ساتھ گُم خیال کرتا ہے کہ پچھلے مرحلے میں بے ادراک حضوری کا جو علم تھا صرف اُس علم کی حضوری حاصل ہے، اِس مرحلہ میں نہ اللہ تعالیٰ کی طرف حضوری کا ادراک ہوتا ہے اور نہ یہ ادراک ہوتا ہے کہ بے ادراک حضوری ہے، بلکہ صرف اور صرف یہ ادراک ہوتا ہے کہ بے ادراک حضوری کا علم بذات خود انتہائی بے کیف طور پر پھیلتا جا رہا ہے، اسی کی طرف سالک کا دھیان اور توجّہ ہوتی ہے یہاں تک کہ اِس علم کی حضوری تا حدِّ نگاہ اور بے جہت پھیل جاتی ہے۔

فائدہ: مذکورہ تینوں مرحلوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں ایسی حضوری ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان محسوس ہوتا ہے۔لیکن خود سالک اور اُس کا ارادہ اِن تینوں مرحلوں میں درمیان میں نہیں ہوتا۔

دوسرے مرحلے (علمِ حضور) میں صرف ایسی حضوری کے ہونے کا ادراک ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان محسوس نہیں ہوتا۔

تیسرے مرحلے میں مذکورہ دونوں قسم کی حضوری نہیں ہوتی بلکہ صرف یہ بات بے کیف نور کی طرح احساس اور مشاہدے میں ہوتی ہے کہ حضوری کا جو علم پچھلے مرحلے میں حاصل تھا اب تنہا وہ علم خود حضوری بن کر پھیلتا جا رہا ہے۔

فائدہ: یہ تمام مرحلے خلوت در انجمن کے خانے میں ہی طے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے مکمل ہونے کی اہم علامت یہ ہوتی ہے کہ خانۂ خلوت میں انجمن کا احاطہ احساس و مشاہدے سے ختم ہو جاتا ہے، اور ہر طرف وہی متعلّقہ نور والی حالت بے جہت تا حدِّ نگاہ پھیل جاتی ہے۔ مذکورہ تین

مرحلوں اور اِن سے پہلے والے مرحلوں میں اہم فرق یہ ہے کہ اِن تین مرحلوں میں ادراک واحساس میں صرف متعلّقہ مرحلے کا نور رہوتا ہے خود سالک اور اس کا ارادہ احساس ومشاہدے کے درمیان نہیں ہوتا، جبکہ اِن سے پہلے والے مرحلوں میں خود سالک بھی متعلّقہ نور کا ایک حصّہ ہو کر محسوس ومشاہد ہوتا ہے۔

(۴) خلوت باانجمن: جب پچھلا مرحلہ مکمل ہوجائے تو خانۂ خلوت اِس قدر وسیع ہوجاتا ہے کہ اُس کے باہر انجمن (یعنی تمام مخلوقات) کا تصوّر ختم ہوجاتا ہے اور سالک کا باطن رفتہ رفتہ تاحدِّ نگاہ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ساری انجمن کا نورو الی فضا کی صورت میں احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ پھر اسی انجمن کے درمیان سالک کی ہیئتِ وحدانی سامنے آجاتی ہے، یہاں سے کمالاتِ نبوت کی سیر شروع ہوجاتی ہے۔

فائدہ: ہیئتِ وحدانی سالک کے باطن کا سامنے آنے والا وہ حصہ ہوتا ہے جو اِن دس لطائف کا مجموعہ ہے: قلب، روح، سِر، خفی، اخفیٰ، نفس، آگ، ہوا، پانی، مٹی۔

(۵) حضور در انجمن: جب خانۂ خلوت کے احاطے میں انجمن آجائے تو اِس انجمن میں سالک اپنی ہیئتِ وحدانی کا ارادہ کرے، اور خلوت کے احاطے کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اور اپنی ہیئتِ وحدانی کو دیکھتے ہوئے اُس کے اندر سے ایک عظیم ذات کو ایمانی یقین کی بنیاد پر پکارے، اور یہ یقین حاضر رکھے کہ اللہ تعالیٰ سینے کے اندر کے ہر خیال کو جانتا ہے، شہ رگ سے زیادہ قریب ہے لیکن ہمارے ادراک وشعور کے لحاظ سے وراءُ الوراء ہے۔ یہ پکار صرف احساس وشعور سے ہوتی ہے، اس میں لفظ وحرف یا اتصال بے کیف کی حالت نہیں ہوتی، اور نہ ہی کسی جہت میں شاہد ومشہود والی حضوری ہوتی ہے۔

اس طریقے سے رفتہ رفتہ ہیئتِ وحدانی بے کیف نور ہو کر ساری انجمن میں پھیلتی جائے گی یہاں تک کہ خانۂ خلوت کے احاطے کی جگہ بھی اس کی وسعت وپھیلاؤ کے سامنے ختم ہوجائے گی۔

جب یہ حالت ہوجائے تو اِس کے بعد اسی طریقے سے ترتیب وار ہیئتِ وحدانی کے دس

لطائف سامنے آتے جاتے ہیں، اور بے کیف نور ہو کر بے جہت پھیلتے جاتے ہیں۔

فائدہ: ہیئتِ وحدانی کے ہر لطیفہ کے مرحلے میں باطنی نگاہ تو ہیئتِ وحدانی کے اندر موجود سبق والے لطیفے کی طرف ہوتی ہے لیکن ایمان ویقین کی بنیاد پر بغیر مشاہدے والی حضوری کا شعور وادراک ہیئتِ وحدانی کے پورے مجموعے سے ہوتا ہے۔ جب اس طرح ہیئتِ وحدانی کے تمام لطائف کے مرحلے ہو جائیں تو ہیئتِ وحدانی کا اپنی اصل کی طرف عروج شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اپنی اصل میں فنا و بقا کے بعد اصل کی اصل میں عروج اور فنا ہوتا ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اصول کی طرف عروج اور ان میں فنا و بقا ہوتا ہے۔

فائدہ: سلسلۂ نقشبندیہ کی ایک اہم خصوصیّت یہ ہے کہ جب اس سلسلے کے سالک کو اپنی ولایت کے لحاظ سے کیفیتِ احسان کی حضوری مذکورہ اصطلاحات کے مطابق حاصل ہو جاتی ہے تو آگے شاہراہِ نبوّت کی طرف دروازہ کھل جاتا ہے برخلاف دوسرے سلاسل کی نسبتوں کے، کہ اُن میں اس شاہراہ کی طرف دروازہ نہیں کھلتا۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہما کی نسبتوں کا فرق سیر وسلوک کے لحاظ سے

فائدہ: شروع میں یادکرد اور بازگشت والی اصطلاح میں دل سے اسمِ ذات بار بار دہرانے اور اس کی پکار کو محسوس کرنے کا جو طریقہ لکھا گیا ہے یہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے لحاظ سے ہے، اِس طریقے کے ذریعے پہلے توجّہ آفاق کی طرف ہوتی ہے اور عالَمِ امر کی سیرِ آفاقی ولایتِ صغرٰی تک ہوتی ہے، پھر خلوت در انجمن کے بعد سیرِ انفسی شروع ہوتی ہے۔ اور سلوک سیرِ انفسی کے ضمن میں طے ہو جاتا ہے۔ پھر ''جذبہ'' وقوفِ قلبی کے بعد ہوش دردم (یعنی ولایتِ روحی) کے مرحلے میں مکمل ہوتا ہے، لیکن یہ جذبہ نقشبندیہ سلسلہ کا مشہور جذبہ نہیں جو ابتداء میں خانۂ جذبہ کی صورت میں طے ہوتا ہے، بلکہ اُس مشہور جذبہ کی اصل اور حقیقت ہے جو صرف انتہاء میں میسّر ہوتا ہے۔

جبکہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت میں اِسی انتہاء والے جذبہ

کا نور بیعت کے ذریعے مبتدی سالک تک شروع میں پہنچ جاتا ہے، کیونکہ اُن کی ولایت روح کی ولایت ہے، اِس لئے یہ مشہور جذبہ خانۂ جذبہ سے تعلق رکھتا ہے، دونوں نسبتوں کے اس فرق کے لحاظ سے ابتداء میں ذکر کا طریقہ الگ الگ ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

خانۂ جذبہ کا مطلب اور جذبۂ نقشبندیہ وجذبۂ احراریہ کے درمیان فرق

خانۂ جذبہ کا مطلب اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ولایتِ قلبی کے مرحلے پورے ہونے سے پہلے روحِ انسانی کا کوئی لطیفہ سامنے آجاتا ہے پھر اُس کے اندر سیر ہوتی ہے، جس کا احساس عموماً بے کیف پھیلاؤ کی صورت میں ہوتا ہے اور اِس دوران شعور وادراک کی نگاہ میں ہر طرف ایک بے جہت ذات کا اثبات ہوتا ہے، یہ اثبات لفظ وحرف کے بغیر بے کیف نور کے مشاہدے کے واسطے سے ہوتا ہے۔ پھر روح کے مختلف لطائف کے لحاظ سے اِس جذبہ کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، اسی وجہ سے جذبۂ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور جذبۂ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، چنانچہ جذبۂ نقشبندیہ میں ایک ذات کا اثبات خودبخود ہوتا ہے، نفی کی طرف توجّہ حجاب ہوجاتی ہے، جبکہ جذبۂ احراریہ میں ایک ذات کا اثبات ارادہ سے کرنا پڑتا ہے اور اکثر اوقات اس اثبات کے ضمن میں غیراللہ کی نفی بھی ملحوظ رکھنی پڑتی ہے۔ دونوں کا یہ فرق اتنا زیادہ ہے کہ سیر وسلوک کی پوری ترتیب دونوں کے لحاظ سے الگ الگ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے اعتبار سے یادکرد اور بازگشت کا طریقہ

خواجۂ خواجگان حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت میں چونکہ انتہاء ابتداء میں درج ہے، یعنی روح کی ولایت کا نور (جس کا اصل مقام قلب کے مراحل پورے ہونے کے بعد ہے اُس نور کا ایک ذرّہ) سالک کو شروع میں حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر سالک کا ذکر روحی ولایت والے اِس نور کے دھیان سے شروع ہو تو اِس کا طریقہ پیچھے بیان کئے گئے ''یادکرد'' اور ''بازگشت'' والے طریقے سے مختلف ہوتا ہے، اِس طریقے میں قلب سے تکرارِ اسمِ

ذات نہیں ہے، بلکہ تصوّرِ اسمِ ذات ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بابرکت نام ''اللہ'' نور کی صورت میں نقش ہوکر دل کے اندر تصوُّر کرنا ہے، پھر اسی تصوروالے لفظِ ''اللہ'' کو باطن کی نگاہ سے اسطرح دیکھنا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے جیسے یہی نقش والا نورانی لفظِ ''اللہ'' اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ ہے، اور اللہ تعالیٰ جو ہمارے ہر ادراک اور تصوُّر سے پاک ہے وہ ہماری اس پکار کو سن رہا ہے۔ یہاں اسطرح کی توجّہ کے ساتھ یہ ذکر کرنے کا نام ''یادکرد'' ہے۔

پھر جب سالک مذکورہ طریقے سے تصوُّرِ اسمِ ذات کرے گا تو رفتہ رفتہ یہی نقش والا نورانی لفظِ ''اللہ'' نور کی صورت میں پھیلنے لگے گا، یا اوپر کی طرف جاتا ہوا محسوس ہونے لگے گا، اگر اوپر کی طرف جاتا ہوا محسوس ہونے لگے تو باطنی نگاہ سے اِسی کو دیکھتا رہے یہاں تک کہ آگے ایک جگہ رُک کر یہ پھیلنے لگ جائے گا، دونوں صورتوں میں یہ اتنا پھیل جائے گا کہ کشف والے کو صرف اس کا پھیلاؤ نور کی صورت میں نظر آئے گا اور جسے کشف نہ ہو اُسے صرف یہ پھیلاؤ محسوس ہوگا، پورا لفظِ اللہ یا اس کے حروف نظر نہیں آئیں گے اور نہ محسوس ہوں گے۔ اس پھیلاؤ کا مرحلہ وہی ہے جو پیچھے ''بازگشت'' کا تھا۔ جب یہ لفظ اس طرح پھیل جائے تب سالک کو چاہئے کہ ہر وقت اسی نور والے پھیلاؤ کو باطن اور خیال کی نگاہ سے دیکھتا رہے۔ یہ نگاہداشت ہے۔ پھر جب نور کا یہ پھیلاؤ اتنا ہوجائے کہ اس کے اندر نہ اپنا خیال رہے، نہ زمین و آسمان کا، ہر طرف یہی نور پھیل جائے اور اس نور کا دھیان پختہ ہوجائے تو اسے یادداشت کہا جاسکتا ہے۔ اس نسبت کے ذریعے ذکر کی مکمل تفصیل آگے عنوان ''نسبتِ جذبہ کے اعتبار سے ذکر و توجّہ الی اللہ کے مراحل کا بیان'' کے تحت لکھدی گئی ہے۔ والحمدللہ۔ وہاں دیکھ لی جائے۔

فائدہ: چونکہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوّتِ تصرُّف سے سالک کے دل میں اسمِ ذات ''اللہ'' کا نقش قائم فرمادیتے تھے اسی لئے اُنہیں نقشبند کہا جاتا ہے یعنی دل پر اسمِ ذات کا نور کی صورت میں نقش قائم کرنے والے۔ پھر سالک اُسی نقش کے تصوُّر کی محنت اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و توجّہ سے جلد نسبتِ جذبہ تک پہنچ جاتا تھا۔

سلسلۂ نقشبندیہ کی شاخ طریقۂ علائیہ میں کیفیتِ احسان کے لئے ذکر و

مراقبہ کا طریقہ

خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کے خلفاء میں طالبین کی تربیت کے کام میں خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشغول ہوئے، چونکہ خواجہ عطارؒ کی ولایت ولایتِ قلبیہ ہے، جس کی مناسبت تجلّی صوری سے زیادہ ہے، اور چونکہ وہ قطب ارشاد بھی تھے جو خود بھی اپنی ولایت اور حالات کے لحاظ سے درجۂ اجتہاد کا حامل ہوتا ہے، اس لئے اُن کی صحبت وتربیت میں نسبتِ جذبہ تک پہنچنے کا قریب ترین اور آسان طریقہ جو اُن پر واضح کیا گیا تھا وہ طریقِ رابطہ تھا۔ پھر اِسی طریقے کو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زیادہ بہتر قرار دیا، اگرچہ خواجۂ احرارؒ کی ولایت ولایتِ روح تھی۔

طریقِ رابطہ کا مطلب اور اِس کے مراحل:

طریقِ رابطہ میں سالک شروع میں اپنے دل کی طرف دھیان کر کے اپنے شیخ کی (جس سے بیعت ہوا ہے) یا کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ کی صورت کا تصوّر کرتا ہے، اور اُسے اپنے خیال کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اُس کے باطن اور خیال کی نگاہ میں صرف شیخ کی صورت رہ جاتی ہے، اور اِس صورت کے علاوہ باقی تمام خیالات اور وساوس دور ہو جاتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ یہ صورت دل کے اندر اسطرح داخل ہوتی جاتی ہے جسطرح پانی زمین میں داخل ہوتا جاتا ہے اور اس صورت کی جگہ دل کے اوپر ایک نورانی فضا بنتی جاتی ہے، پھر رفتہ رفتہ یہ نورانی فضا بھی دل کے اندر داخل ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ دل خیال کی نگاہ میں فضا کی صورت میں پھیل کر ختم ہو جاتا ہے، اِس حالت کو فناءِ قلب کہتے ہیں۔ پھر دل کی اِسی ختم ہونے والی فضا کے اندر نور کا ایک ذرّہ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر دل کی جگہ میں نور کا وہ ذرّہ ہر طرف پھیل جاتا ہے۔ اِس حالت کو بقاءِ قلب کہتے ہیں۔ اِس پورے مرحلے کے دوران دل کی اندرونی توجّہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اُس کی یاد کی طرف ہوتی ہے صرف باطن کی نگاہ میں شیخ کی صورت اور پھر دل کا پھیلاؤ ہوتا ہے۔

اس کے بعد یا تو اگلا مرحلہ شروع کیا جاتا ہے یا پھر اِسی طریقے سے دیگر لطائف یعنی روح، سر، خفی اور اخفیٰ میں بھی ایک ایک کر کے مذکورہ طریقے کے مطابق تصوُّر کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُن کی بھی وہی حالت ہوجاتی ہے جو قلب کی تھی۔

مذکورہ مرحلے کے بعد اُسی شیخ و بزرگ کے قلب سے اپنے قلب میں فیض اور نور آنے کا تصوُّر کیا جاتا ہے، اس طرح شیخ کے واسطے سے فیض اور نور آنے کی التجا اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے، اگر یہ التجا دل کی زبان سے صرف اسمِ ذات ''اللہ'' پکار کر کی جائے تو اِس کا فائدہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

جب مذکورہ طریقے کے مطابق شیخ کے قلب سے فیض کا سلسلہ چلتا ہے تو رفتہ رفتہ سالک کے احساس و مشاہدے میں شیخ کے قلب کا نور سالک کے قلب میں بے جہت پھیلتا جاتا ہے، یہاں تک کہ احساس و مشاہدے میں صرف شیخ کا قلب نور یا فضا کی صورت میں ہر طرف پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے، اور سالک کا اپنا وجود اِسی پھیلاؤ کے اندر گُم ہو جاتا ہے، اِس کے بعد جب باطن اور خیال کی نگاہ میں شیخ کا قلب اسطرح پھیلا ہوا آجائے کہ باطن کی نگاہ میں اُس قلب کی اوپر والی سطح آجائے، جیسے سمندر پھیلا ہوا ہوتا ہے تو شیخ کے قلب کے اسی پھیلاؤ کے درمیان سالک کا اپنا قلب نور کے ذرّے کی صورت میں احساس یا مشاہدے میں آتا ہے، اور پھر سالک کا قلب نور بن کر ہر طرف بے جہت پھیلتا جاتا ہے۔ جب تاحدِّ نگاہ ہر طرف یہ پھیلاؤ ہوجائے تو یہ مرحلہ مکمل ہوجاتا ہے۔

اِس مرحلے کے بعد یا تو اگلا مرحلہ شروع کیا جاتا ہے یا مذکورہ طریقے کے مطابق بقیہ لطائف میں بھی ایک ایک کر کے اِسی طرح تصوُّر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک جو سیر ہوتی ہے اِسے عالَمِ کبیر کی سیر کہتے ہیں۔

مذکورہ مرحلے کے بعد پیچھے بیان کئے گئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرنی ہوتی ہے کہ شیخ کے مَبدَ اِ تَعیُّن سے اپنے قلب پر فیض آئے، پھر اِسی کا تصوُّر کیا جاتا ہے، (مَبدَ اِ تَعیُّن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کشف کے ذریعے بہت سے اولیاءِ کرام کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کے مختلف ناموں میں سے کوئی ایک نام ہر شخص کا مُرَبّی اور اُس فیض پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے، مثلاً کسی کا مَبْدَءِ تَعَیُّن اللہ تعالیٰ کی صفت الرَّحْمٰن ہوتا ہے، کسی کا اَلْعَلِیْم ہوتا ہے، وغیرہ۔ ہر شخص کا مَبْدَءِ تَعَیُّن نور کی صورت میں نور کا مرکز معلوم ہوتا ہے)۔

مذکورہ طریقے کے مطابق فیض اور رحمت پہلے سالک کے قلب پر آتی ہے، یہاں تک کہ قلب رفتہ رفتہ عروج کرکے شیخ کے مَبْدَءِ تَعَیُّن میں پھیل کر فنا ہو جاتا ہے، پھر اِسی فنا والے پھیلاؤ کے درمیان قلب نور کے ذرّہ کی صورت میں سامنے آتا ہے، اور پھر رفتہ رفتہ نور بن کر پھیل جاتا ہے۔قلب کا حقیقی فنا اور بقا یہی ہے۔اِس مقام کا نام ولایتِ صُغریٰ ہے۔

اِس مرحلے کے بعد یا اِس سے پہلے والے مرحلے میں سالک کا خانۂ جذبہ سامنے آجاتا ہے، اُس کی سیر کا طریقہ تقریباً وہی ہے جو آگے عنوان ''نسبتِ جذبہ کے اعتبار سے ذکر و توجّہ الی اللہ کے مراحل کا بیان'' میں بیان کردیا گیا ہے۔والحمدللہ علی ذلک۔ یا پھر پیچھے بیان کی گئی اصطلاح کے مطابق سفر در وطن کا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے، اور آگے وہی ترتیب چلتی ہے۔

فائدہ: مذکورہ مرحلے کے بعد والے تمام مراحل (یعنی خانۂ جذبہ اور سفر در وطن وغیرہ) طریقِ رابطہ کے مطابق بھی طے ہوسکتے ہیں، اِن کا بنیادی طریقہ یہی ہوگا کہ پہلے شیخ کے اُسی مرحلے کا مراقبہ کیا جائے گا، پھر اُس کے اندر اپنے قلب کو یا باطن کے متعلِّقہ حصہ کو نگاہ میں رکھ کر مراقبہ کیا جائے گا۔

اہم تنبیہ: یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ طریقِ رابطہ میں شیخ کی صورت یا شیخ کے لطائف کا جو تصوُّر کیا جاتا ہے یہ شیخ سے حاصل شدہ نسبت میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے اور مختلف خیالات کی پراگندگی دور کرنے کے لئے بطورِ علاج کیا جاتا ہے، کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجہ قائم رکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔خود شیخ کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ اس کا تصوّر کیا جارہا ہے چونکہ اس طرح تصوُّر کرنے میں جاہل لوگوں نے شیخ کے بارے میں حاضر وناظر وغیرہ گمراہ کن عقیدے بنالئے ہیں اس لئے اب اس طریقے کو عموماً اختیار نہیں کیا جاتا۔

سلسلۂ نقشبندیہ کی شاخ طریقۂ احراریہ کا بیان

سلسلۂ نقشبندیہ میں درجۂ تحقیق پر فائز ہونے والے بزرگوں میں ایک حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۸۹۵ھ) ہوئے ہیں، جو خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔

طریقۂ احراریہ کے مطابق تربیت اور سیر و سلوک کا خلاصہ

خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اور طریقۂ تربیت کا دیگر اکابر کی نسبتوں اور طریقۂ تربیت کے ساتھ بنیادی فرق یہ ہے کہ اِن کے طریقے میں ابتداء سے انتہاء تک جذبہ کی شاہراہ سے ہی تمام مراحل طے کئے جاتے ہیں، اِس مقصد کے لئے جذبہ کی نسبت کا ادراک اور اُس کی آگاہی کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ جب سالک کو یکسوئی والے اِس نور کا احساس یا مشاہدہ ہو جائے تو ابتداء سے انتہاء تک بنیادی توجہ حضوری کے اِس نور اور نسبت کی طرف ہوتی ہے، سالک کے لطائف عالم صغیر اور عالمِ کبیر وغیرہ کی طرف الگ سے توجّہ نہیں کی جاتی، بلکہ جذبہ کی نسبت کے مشاہدے اور ادراک کو عینک کے شیشے کی طرح واسطہ بنا کر اِن سب مراحل کو اپنی ترتیب کے مطابق جذبہ کے حضوری والے نور اور نسبت کے اندر لانا ہوتا ہے، اِس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ حضوری کی جذبہ والی نسبت کے مشاہدے اور ادراک کے ذریعے ایک ذات تعالیٰ کا اس طرح بے کیف اثبات محسوس کیا جائے کہ متعلقہ لطیفے یا مرحلے کو اس نسبت کے اندر دیکھا جا سکے، اور پھر اُس لطیفے اور مرحلے کے اندر جذبہ والے نور کے ادراک و مشاہدے کے ذریعے ایک اللہ تعالیٰ کے ہونے اور اُس کے غیر کے نہ ہونے کو ذکر کے ذریعے ثابت کیا جائے، یہاں تک کہ وہ لطیفہ یا مرحلہ پھیل کر فنا ہو جائے اور اُسی جذبہ والے نور کی حضوری کا حصہ بن جائے۔

اِس طریقے میں باطن سلوک کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتا ہے کیونکہ لطائف عالمِ خلق سے اپنا تعلق قطع کر کے جذبہ کے تابع ہو کر خانۂ جذبہ کے اندر ہی فنا و بقا حاصل کر لیتے ہیں۔

ذکر و مراقبہ میں یکسوئی اور ترقی کا اہم نکتہ

فائدہ: مراقبہ میں یکسوئی کے لئے یہ اصولی بات یادرکھنی چاہیۓ کہ جس نسبت اورطریقے سے بھی مراقبہ کیاجاۓ اُس میں جس لطیفے یامرحلے کامراقبہ بھی ہوخودکواُس لطیفے اورمرحلے کا حصہ تصورکیاجاۓ، اسطرح کہ اپناوجوداُس لطیفے یامرحلے کاعین محسوس ومشاہَدہویااُس لطیفے یامرحلے کے اندرمحسوس ومشاہَدہو۔ اِس کے بعدجوکچھ بھی احساس میں یامشاہدے میں یاعلم میں یاوسوسے میں آۓ اُس کوبھی متعلقہ لطیفےاورمرحلے کےایک حصہ کےطور پرمحسوس کیاجاۓ، اورمراقبہ والی نسبت کی آگاہی کے ساتھ اُس کواللہ تعالیٰ کی طرف -بذریعۂ ذکریابذریعۂ فکر-متوجّہ خیال کیاجاۓ۔ باطنی صفائی کے لئے بھی یہ طریقہ نسخۂ اکسیرکادرجہ رکھتاہے۔ پھربھی یکسوئی نہ ہوتوشیخِ کامل کی صحبت وتوجّہ حاصل کی جاۓ، یہ میسّر نہ ہوتونفی اثبات کاذکرباطن کی توجّہ سے کیاجاۓ خواہ سانس روک کرہویابغیرسانس روکے۔ اگرپھربھی چنددن میں حالت درست نہ ہوتویقینی طورپریہ حالت کسی غلط مشغلے اورارادے کے اثرسے ہوگی، اِس کاعلاج اُس غلط یابے فائدہ مشغلے کوچھوڑناہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کی اہم شاخ طریقۂ مجدّدیہ کےمطابق کیفیتِ احسان کےمراحل

حضرت مجددرحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پانچ خصوصی نسبتیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت شیخ مجدّدالف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوجن گوناگوں خصوصیات اورکمالات سے نوازاتھااُن میں ایک اہم کمال جوزیادہ مشہورہواوہ کیفیتِ احسان کےعلوم ومعارف میں درجۂ اجتہادوتحقیق کابلندامتیازی مقام تھا۔ اِس لحاظ سے آپ کی خاص نسبتیں بلندہمّت طالبین کے لئے خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ اِس بارے میں جوکچھ واضح کیاگیاہےاُس کے مطابق حضرت مجدّدصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مختلف نسبتوں میں سے سے جومعروف نسبتیں خاص طورپرآپ کے بعض خلفاءِ کرام کے ذریعے آگےچلیں وہ پانچ ہیں: (۱) دوائرکی نسبت (۲) ہیئتِ وحدانی کی نسبت (۳) صدیقی نسبت (۴) نقشبندی نسبت (۵) احراری نسبت۔

دوائرکی نسبت اوراس کےمطابق کیفیتِ احسان کےمراحل

یہ نسبت حضرت شیخ مجدّ د رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ خاص نسبت ہے جس کا تعلّق کمالاتِ ولایت سے ہے، اِس نسبت کے ذریعے حضرت مجدِّ د رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ولایت کے پانچ درجوں (ولایتِ قلبیہ، ولایتِ روحیہ، ولایتِ سرّ یہ وغیرہ) کو طے فرمایا ہے، اِس نسبت کے لحاظ سے حضرت مجدِّ د رحمۃ اللہ علیہ نے جن مراحل کو طے فرمایا اُن کو اپنے مکتوب نمبر ۲۶۰ جلدِ اوّل میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اسی مکتوب اور اسی نسبت کی روشنی میں آپؒ کے خاص خلیفہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے الگ رسالے کی صورت میں اِن مراحل کو بیان فرمایا ہے، غالباً یہی وہ خاص نسبت ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقع پر (جبکہ شدید بیمار ہو گئے تھے اور بظاہر زندگی کی امید نہیں تھی) میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی تھی (دیکھئے: حضرات القدس صفحہ ۳۰۲)۔

اِس نسبت کے لحاظ سے کیفیتِ احسان کے مراحل درج ذیل ہیں:

۱- دل کی زبان سے اسمِ ذات یعنی ''اللہ'' کا ذکر کرتے رہنا، یہاں تک کہ دل اِس ذکر کا عادی ہو جائے اور اِس ذکر کی طرف متوجّہ ہوئے بغیر خود سے ہر وقت یہ ذکر کرنے لگ جائے۔ جب یہ حالت ہو جائے تو قلب والے طریقے کے مطابق درج ذیل بقیہ لطیفوں سے بھی ترتیب وار ذکر کیا جائے۔

۲- اس کے بعد روح لطیفے سے ذکر کیا جائے۔

۳- پھر سِرّ لطیفے سے۔

۴- پھر خفی سے۔

۵- پھر اخفیٰ سے۔

۶- پھر لطیفہ نفس سے۔

۷- پھر سلطانِ ذکر یعنی دماغ کی چوٹی کی طرف خیال لے جا کر وہاں سے اسمِ ذات یعنی ''اللہ'' کا ذکر اسطرح کرے کہ دماغ کی چوٹی سے لفظ ''اللہ'' کی ادائیگی کا خیال کرے اور یہ محسوس کرنے کی کوشش کرتا جائے کہ لفظِ ''اللہ'' کی ادائیگی پورے وجود سے ہو رہی ہے۔ اسطرح

ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ پورا وجود نور کی صورت میں فضا کی طرح محسوس ہونے لگ جائے۔ باطن کی نگاہ یا احساس میں ذکر اس طرح نور بن جائے کہ جس کے پھیلاؤ میں اپنا پورا وجود نورانی فضا کی طرح محسوس ہونے لگ جائے۔ جب یہ حالت ہو جائے تو اگلا مرحلہ شروع کیا جائے۔

پھر اگلے تمام مراحل کو اسی نور کے ذریعے باطنی نگاہ سے دیکھے جسطرح عینک کے شیشے سے دیکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مرحلہ آگے بیان کئے گئے طریقے کے مطابق مکمل ہو جائے[۲۱]۔

۸- **دائرۂ عالَمِ صغیر:** سلطانِ ذکر کے بعد ادراک میں آنے والے نور (جس کا بیان ابھی ہوا) کے احاطے میں اپنے پورے عالَمِ صغیر کو خیال کرنا ہوتا ہے، عالَمِ صغیر سے مراد انسان کا اپنا وجود ہے (جو دس لطائف قلب، روح، سِر، خفی، اخفی، نفس، آگ، ہوا، پانی اور مٹی سے مل کر بنتا ہے۔) یہاں تک کہ اپنا پورا عالَمِ صغیر باطنی نگاہ میں اس نور کے اندر رفتہ رفتہ فنا ہو جائے اور پھر رفتہ رفتہ اُس نور کا حصّہ ہو کر گول دائرے کی صورت میں نور بن کر پھیلا ہوا ادراک میں آجائے۔ جب یہ حالت ہو جائے تو اگلہ مرحلہ شروع کیا جائے۔

۹- **دائرۂ عالَمِ کبیر:** اپنے پورے عالَمِ صغیر کے دائرے کو اُس کی اصل یعنی عالَمِ کبیر کے احاطے میں خیال کرے اور یہ تصوّر کرے کہ عالَمِ کبیر سے اِس کے عالَمِ صغیر کے پورے دائرے پر فیض اور رحمتِ الٰہی آرہی ہے، یہاں تک کہ اپنا پورا باطن گول دائرے کی صورت میں عالَمِ کبیر کے احاطے میں آجائے۔ اور پھر رفتہ رفتہ پھیل کر فنا ہو جائے اور عالَمِ کبیر کے پھیلاؤ کا حصّہ بن جائے۔ یعنی دھیان میں سالک کے وجود سے لیکر عرش تک سب ایک فضا کی طرح صاف ہو کر احساس و مشاہدے میں آجائے۔

فائدہ: کہنے کو تو یہ بات مختصر اور آسان ہے، لیکن عملی لحاظ سے اِن دو مرحلوں میں کئی مرحلے داخل ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ طریقے سے ذکر و مراقبہ کے ذریعے پہلے سالک کا قلب پھر بقیہ لطائف یکے بعد دیگرے صاف ہو کر گول دائرے کی صورت میں محسوس و مشاہد ہوں گے، پھر اُس کے قلب پر رحمت اور فیض آئے گا اور وہ عروج کر کے عالَمِ کبیر کے

احاطے میں گول دائرے کی صورت میں ظاہر ہوجائے گا، پھراسی طرح ترتیب وارلطیفۂ روح، پھرلطیفۂ سِر، پھرلطیفۂ خفی، پھرلطیفۂ اخفٰی پھرلطیفۂ نفس عروج کرکے عالَمِ کبیر کے احاطے میں محسوس ومشاہدہوں گے،بعض سالکین کا پہلے صرف قلب یا قلب اورروح کا تصفیہ ہوتا ہے اوراُس کا عروج آگے ولایتِ صغری تک مکمل ہوتا ہے،اِس کے بعد بقیہ لطائف کی سیرابتداء سے شروع ہوتی ہے۔

۱۰- **دائرۂ ولایتِ صُغرٰی:** عالَمِ کبیر سے اوپراُس کی اصل ہے، اُسے ولایتِ صُغرٰی کہاجاتا ہے۔ وہاں سے اپنے دائرۂ عالَمِ کبیر پر فیض اوررحمتِ الٰہی کی التجا کی جائے۔ یہاں تک کہ سارا عالَمِ کبیر دائرۂ ولایتِ صُغری کے احاطے میں آجائے۔

فائدہ: مذکورہ تینوں مرحلوں میں ذکرومراقبے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے اُس مرحلے میں خودکوخیال کرکے وہاں سے ذکرکیاجائے، پھرجب ذکرکرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان قائم ہوجائےتو وہاں سے اپنے قلب پرفیض اوررحمت کی اللہ تعالیٰ سے التجا کرے، دورانِ مراقبہ اپنی باطنی نگاہ اپنے قلب پررکھے، قلب کوگول دائرے کی صورت میں نور کی شکل میں پھیلا ہواخیال کرنے کی کوشش کرتارہے،قلب کے اِس پورے پھیلاؤ کے اندرسے ذکرِاسمِ ذات کرتا ہوایہ تصوّرکرے کہ قلب اسقدر پھیلا ہوا ہے کہ سالک کا پوراوجودقلب کے احاطے میں ہے، اس کے بعدقلب کے احاطے میں محسوس ہونے والا اپناوجودرفتہ رفتہ فنا ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ باطنی نگاہ میں قلب کے پھیلاؤ کے درمیان اپنے وجودکا نام ونشان نہیں رہے گا،اس حالت کا نام فنائے قلب ہے، اس کے بعدقلب کے احاطے میں باطنی نگاہ سے اپنے ختم ہونے والے وجودکودیکھتارہے یہاں تک کہ وہ نوربن کرسامنے آجائے اورقلب کے احاطے میں نوربن کرپھیل جائے، اس کا نام بقائے قلب ہے۔جب یہ حالت ہوجائے تب پہلے طریقے سے ذکراورفیض کی التجا کرتا جائے اورسارے عالَم یعنی خودکو،آسمان اورعرش سب کوقلب کے احاطے میں محسوس کرتا جائے، یہاں تک کہ احساس اورادراک میں یہ سب قلب کے پھیلاؤاوراحاطے میں آکرفنا ہوجایں۔ پھردائرۂ ولایتِ صُغرٰی سے اپنے قلب پرفیض کی التجا کرے، یہاں تک کہ

قلب اِس دائرے میں عروج کر کے داخل ہوجائے اور پھر رفتہ رفتہ تاحدِّ نگاہ اِس میں پھیل جائے۔ پھر نفس پر فیض کی التجا کی جائے یہاں تک کہ نفس اور اپنا پورا باطن دائرۂ ولایتِ صغری کے احاطے میں معلوم و محسوس ہو، پھر نفس بھی عروج کر کے دائرۂ ولایتِ صغریٰ میں داخل ہوجائے، پھر اس کے فیض سے رفتہ رفتہ پھیل کر فنا ہوجائے۔ اس مرحلے کا نام ولایتِ قلبیہ ہے، جب یہ مرحلہ مکمل ہوجائے تو قلب توجہ اور دھیان میں تاحدِّ نگاہ اسقدر وسیع ہوجاتا ہے کہ اس کی وسعت کے اندر ساری کائنات ختم اور فانی محسوس ہوتی ہے، اور قلب کے اندر غیرُ اللہ کا کوئی خیال اور وسوسہ بتکلّف بھی نہیں آتا۔

ولایتِ روحیہ: جب ولایتِ قلبیہ کا مذکورہ مرحلہ مکمل ہوجائے تب لطیفۂ روح سے ولایتِ قلبیہ والے مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر و فکر کیا جائے، یہاں تک کہ قلب کی مذکورہ حالت کی طرح روح لطیفہ بھی تاحدِّ نگاہ وسیع ہوجائے۔

ولایتِ سرّیہ: ولایتِ روحیّہ مکمل ہونے کے بعد سرّ لطیفے سے بھی ولایتِ قلبیہ اور روحیہ والے طریقے کے مطابق ذکر کیا جائے یہاں تک کہ وہ بھی کامل وسعت اختیار کرے۔

ولایتِ خفی: ولایتِ سر کے بعد خفی لطیفے سے مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر و فکر کیا جائے یہاں تک کہ وہ بھی حسبِ سابق وسیع ہوجائے۔

ولایتِ اُخفٰی: اخفٰی لطیفے سے بھی مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر و فکر کیا جائے یہاں تک کہ وہ بھی حسبِ سابق وسیع ہوجائے۔

دائرۂ ولایتِ کُبریٰ: ولایتِ صغری کے احاطے میں نفس کے پھیل کر فنا ہونے کے بعد دائرۂ ولایتِ کبری سے اپنے پورے باطن پر فیض کی التجاء کی جائے، یہاں تک کہ وہ عروج کر کے ولایتِ کبری میں داخل ہوجائے، پھر نفس پر فیض کی التجا کی جائے یہاں تک کہ پورا باطن دائرۂ ولایتِ کبری کے احاطے میں آجائے اور اس میں پھیل کر فنا ہوجائے۔ پھر نور کی صورت میں رفتہ رفتہ پھیل جائے۔ اس کے بعد ولایتِ کُبریٰ کے دوسرے دائرے کا مذکورہ طریقے سے مراقبہ کیا جائے، جب یہ مکمل ہوجائے تب ولایتِ کُبری کے تیسرے دائرے

کامراقبہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ بھی پہلے کی طرح مکمل ہوجائے۔

فائدہ: دائرۂ ولایتِ کُبریٰ میں تین دائرے ہیں، مذکورہ مرحلے کے بعد ہر دائرے کامراقبہ پچھلے مرحلے میں بیان کئے گئے طریقے کے مطابق کیا جائے، اوراسی ترتیب سے اِسے مکمل کیا جائے۔

قوس: مذکورہ مرحلے مکمل کرنے کے بعداوپر کی طرف کمان کی شکل میں روشن مقام ظاہر ہوتا ہے اِسے قوس کہتے ہیں، اِس مقام سے فیض کی التجاء کی جائے یہاں تک کہ پہلے کی طرح باطن اس مقام میں پھیل کرفنا ہوجائے۔ پھر دوبارہ نور کی صورت میں پھیل جائے۔

ولایتِ عُلیاَ: اِس کے مراقبے کا طریقہ آگے عنوان ''نسبتِ جذبہ کے اعتبار سے توجّہ الی اللہ'' کے تحت دیکھ لیا جائے۔

فائدہ: مذکورہ نسبت اوراس کے مراحل کی مزید تفصیل کے لئے مکتوباتِ امام ربانی جلداول مکتوب ۲۶۰ دیکھ لیا جائے۔

سیرِ الی اللہ کے مطلب کے لحاظ سے عالَمِ صغیر و عالَمِ کبیر میں مراقبے کی مزید وضاحت

فائدہ: مذکورہ نسبت میں ولایتِ صُغریٰ تک ذکرومراقبہ میں بنیادی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ عالَمِ صغیر کے پہلے مرحلے میں صرف لطائف کا ذکر کرنا، پھیلنا یااوپر کی طرف دھیان کا جانا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعدوالے ہر مرحلہ میں سبق والے لطیفہ پراُس سے اگلے مرحلے سے فیض اوررحمت آتی ہے اوروہ نور کی صورت میں صاف ہوکر آہستہ آہستہ پھیلتا بھی جاتا ہے اوراگلے مقام کی طرف رواں رواں چلتا جاتا ہے، اِسے عروج کہتے ہیں، یہ حالت دائرۂ ولایتِ صُغریٰ تک ہوتی ہے، چونکہ ان سارے مراحل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کواگلے مقام والی جگہ سے محسوس کیا جاتا ہے، اورخودکواُس مقام سے الگ نیچے محسوس کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اپناوجودبھی اُسی دھیان والے مقام میں پہنچ کراُسی فضامیں پھیل کرختم ہوجاتا ہے، پھرجب باطنی نگاہ میں دوبارہ اپنے وجودکااحساس شروع ہوتا ہے تو پہلے کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ محسوس کرنے کے لئے اِس مقام سے بھی اگلے مقام کی طرف توجہ لیجانی ہوتی ہے یہ سلسلہ اسی طرح ولایت

ِصغری تک چلتا ہے۔ چونکہ اِن مراحل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اس طرح ہوتا ہے جیسے ایک جگہ سے دوسری جگہ جایا جائے، پھر وہاں سے تیسری جگہ جایا جائے، اِس لئے ان مراحل کی کیفیت ِاحسان کو سیر الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف جانا) کہتے ہیں۔ چونکہ اِن پانچ لطائف (قلب و روح وغیرہ) کی پہلی اصل عالمِ کبیر میں عرش کے اوپر ہے اس لئے شروع میں ذکر و مراقبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان عرش کے اوپر لیجانا ہوتا ہے، پھر جب وہاں دھیان پھیل جائے اور اپنا باطن احساس وادراک میں پوری طرح عرش کے اوپر آجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کو محسوس کرنے کے لئے مزید اوپر لطائف کی دوسری اصل کی طرف لیجانا ہوتا ہے، یہ دوسری اصل ولایتِ صغری میں ہے۔

عالَمِ امر کے پانچ لطائف کے عروج کی انتہاء

پھر ولایتِ صُغرٰی کے مرحلے تک توجُّہ الی اللہ پہنچ جانے کے بعد توجُّہ کی یہ حالت تبدیل ہوجاتی ہے، اس تبدیلی کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ عالَمِ امر کے پانچوں لطائف (قلب، روح، سِر، خفی، اَخفٰی) میں سے ہرایک کے عروج کی انتہا اپنی اصلِ اصل تک ہے، اس سے اوپر نہیں ہے۔ لطیفۂ قلب کی اصلِ اصل ولایتِ صغری میں ہے، اور یہیں تک اس کا آخری عروج ہوتا ہے۔ اس سے اوپر قلب کا عروج نہیں ہوتا۔ لطیفۂ روح کی اصلِ اصل ولایتِ کُبرٰی کے پہلے دائرے میں ہے، یہی اس کے عروج کی انتہاء ہے، اسی طرح لطیفۂ سِرّ کی اصلِ اصل ولایتِ کبری کے دوسرے دائرے میں ہے، لطیفۂ خفی کی اصلِ اصل ولایتِ کُبرٰی کے تیسرے دائرے میں ہے، اور لطیفۂ اَخفٰی کی اصل ولایتِ کبری کے آخری حصّے قوس میں ہے۔

سیر فی اللہ کے لحاظ سے ولایتِ صُغرٰی کے مراقبے کی مزید وضاحت

ولایتِ صغرٰی سے ولایت کبری کے آخری دائرے تک جو توجہ اور دھیان ہوتا ہے اُس کی تفصیل یہ ہے کہ ولایتِ صُغرٰی سے باطنی نگاہ اور ادراک کا طریقہ اسطرح ہوجاتا ہے کہ باطن کی

نگاہ میں اپنا وجود پھیل کر ختم محسوس ہوتا ہے، پھر جب اس پھیلاؤ کے احاطے میں اپنے وجود کے اندر صرف نفس گول صورت میں ادراک و احساس میں آتا ہے، تب نفس کی گولائی کے ایک سرے پر (جو قلب کے مقام کی طرف ہے) لطیفۂ قلب دھیان میں آتا ہے، اُسی لطیفۂ قلب سے ذکر اسطرح کیا جائے کہ باطن کی نگاہ لطیفۂ قلب کی طرف بھی ہو اور نفس کی طرف بھی ہو، پھر قلب کی اصل جو باطنی نگاہ میں قلب کے مذکورہ مقام کے اوپر ولایتِ صُغرٰی میں ہوگی وہاں سے قلب کے ذریعے نفس پر فیض آنے کا خیال کیا جائے، یہاں تک کہ نفس جو کہ ادراک میں سیاہ اور گدلا تھا ذکر اور فیض کی برکت سے رفتہ رفتہ صاف اور روشن ہوتا جائے گا، اور پھر خود نفس بھی ذکر کرتا ہوا عروج کر کے ولایتِ صُغرٰی کے مقام میں آجائے گا، پھر وہاں قلب کی اصل جو نور کی صورت میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اُس کے احاطے میں آ کر فنا ہو جائے گا۔

فائدہ: مذکورہ مرحلے میں سالک کو اپنا پورا جسم بھی لطیفۂ قلب کے اندر محسوس ہوگا، جب لطیفۂ قلب پر فیض آئے گا تو وہ احساس و ادراک میں پورے وجود پر آئے گا، صرف لطیفۂ نفس کو الگ ارادے سے فیض میں شریک کرنا ہوتا ہے، یہی حالت اگلے مرحلوں میں بھی ہوتی ہے، یعنی لطیفۂ روح کے مرحلے میں پورا وجود لطیفۂ روح کے اندر محسوس ہوتا ہے یہی حال اگلے لطائف میں بھی ہوتا ہے۔

ولایتِ کُبرٰی کے مراقبے کی مزید وضاحت

جب ولایتِ صُغرٰی میں فنا ہونے کے بعد نفس صاف فضا یا نور کی صورت میں ولایت ِ صغری کے احاطے میں آجائے تو یہاں سے ولایتِ کُبرٰی کا مرحلہ شروع کرنا ہوتا ہے، اِس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پچھلے مرحلے کی طرح نفس کو گول صورت میں ولایتِ صُغرٰی کے احاطے اور اپنے وجود کے پھیلاؤ کے اندر محسوس کیا جائے، پھر پہلے کی طرح نفس کی گولائی کے باہر ایک سرے پر لطیفۂ روح کو ذکر کے ارادے سے محسوس کیا جائے، جب لطیفۂ روح ادراک میں آجائے تب لطیفۂ روح کو ذکر یا فکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ خیال کرتا رہے، اور ولایتِ کُبرٰی کے پہلے دائرے سے (جو لطیفۂ روح کی اصل ہے) لطیفۂ روح پر اور پھر نفس

پر فیض اور رحمت کا خیال کرتا رہے، یہاں تک کہ پہلے لطیفۂ روح ولایتِ کُبریٰ کے پہلے دائرے میں داخل ہوکر پھیل جائے، پھر لطیفۂ نفس بھی عروج کر کے اِس دائرے میں داخل ہوکر لطیفۂ روح کے پھیلاؤ کے احاطے میں فنا ہوجائے۔ پھر جب رفتہ رفتہ نور بن کر سامنے آجائے تب اگلا مرحلہ شروع کیا جائے۔

ولایتِ کُبریٰ کے دوسرے، تیسرے دائرے اور قوس کے مراقبے کا طریقہ

مذکورہ تینوں دائروں کا مراقبہ بھی پچھلے دونوں مراقبوں کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ولایتِ کُبریٰ کے دوسرے دائرے میں لطیفۂ روح کی جگہ لطیفۂ سِرّ کا خیال کیا جائے اور اُس کی اصل (جو دوسرے دائرے میں ہے) سے فیض کی التجا پہلے کی طرح کی جائے، جب یہ بھی پہلے کی طرح مکمل ہوجائے تب تیسرے دائرے کا مراقبہ کیا جائے اور اس میں لطیفۂ خفی سے ذکر کیا جائے اور اس کی اصل جو تیسرے دائرے میں ہے سے فیض کی التجاء کی جائے۔ جب یہ مکمل ہوجائے تب قوس کا مراقبہ بھی پچھلے مراقبے کی طرح کیا جائے، اور اس میں لطیفۂ خفی کے بجائے لطیفۂ اَخفی سے ذکر یا فکر کی جائے، اور اِس کی اصل جو قوس میں ہے سے فیض کی التجا کی جائے۔

فائدہ: لطیفۂ اَخفی کے مذکورہ مرحلے میں یہاں تک ترقی ہوتی ہے کہ اپنے باطن کا سارا عالَمِ امر ایک کمان کی نورانی صورت میں پھیل جاتا ہے، اور نفس و عالَمِ خلق کے بقیہ لطائف بھی مل کر الگ ایک نورانی کمان کی صورت میں پھیل جاتے ہیں، پھر یہ دونوں نورانی کمانیں (ایک سامنے کی طرف سے دوسری پیچھے کی طرف سے) رفتہ رفتہ عروج کر کے آپس میں مل جاتی ہیں۔ اِس حالت کو "قابَ قَوْسَیْن" کہا جاتا ہے، پھر عالَمِ خلق والی نورانی کمان رفتہ رفتہ عالَمِ امر والی کمان میں داخل ہوکر فنا ہوتی جاتی ہے، یہاں سے اَوْ اَدْنیٰ کی حالت کا آغاز بتایا جاتا ہے، اِن دونوں مرحلوں میں احسان کی جو کیفیت ہوتی ہے پہلی تمام کیفیات سے بہت الگ اور ممتاز ہوتی ہے۔

سیر عَنِ اللہ بِاللہ کا بیان

جب لطیفہ اخفیٰ کی سیر اپنی اصل یعنی قوس میں مکمل ہوجائے تب نفس کا مقام تبدیل ہوکر سینے میں آجاتا ہے، اس کا ادراک اس طرح کیا جاتا ہے کہ سالک باطنی نگاہ اپنی پشت کی جانب سے سینے کی طرف لے جائے، اور اس طرح پیچھے کی جانب سے نفس کو سینے کے پھیلاؤ کے درمیان دیکھے، جب نفس اس مقام میں ستارے کی مانند نور کی صورت میں ظاہر ہوجائے تب نفس کے اندر سیر شروع ہوجاتی ہے، یہ سیر قرب والی حضوری اور دھیان سے ہوتی ہے یعنی نفس کے نور کے اندر دھیان لیجا کر یوں خیال کرنا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت قریب ہیں۔ اپنی شان کے مطابق۔اسی احساس کے ساتھ اسمِ ذات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہوتا ہے، یاد رہے کہ یہ پکار صرف احساس کے ساتھ...سردی گرمی کی طرح...لفظِ اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ لفظ اور حروف کے ذریعے۔

سیر عَنِ اللہ بِاللہ کے مرحلوں کا تفصیلی بیان

ا۔ جب قرب والی مذکورہ حضوری کے طریقے سے نفس کے اندر دھیان شروع ہوجائے تب لطیفہ نفس نور کی صاف فضا کی صورت میں پھیلنا شروع ہوجاتا ہے، اِس کے مرحلے درج ذیل ترتیب سے طے ہوتے ہیں:

ا۔لطیفہ نفس کو پشت کی جانب سے سینے کی طرف نورانی فضا کی صورت میں ستارے کی مانند باطنی نگاہ سے دیکھا جائے اور قرب کے احساس سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے... یہ پکار صرف احساس سے ہوتی ہے، لفظ اور حرف سے نہیں ہوتی ... یہاں تک کہ خود کو یعنی پورے عالمِ صغیر کو نفس کے حضوری والے نور میں محسوس کیا جائے، اور پھر پورا عالمِ صغیر بھی نور کی صورت میں پھیل کر نفس کی نورانی فضا کا حصہ بن جائے۔

۲۔ پھر مذکورہ طریقے کے مطابق نفس کے پھیلے ہوئے نور کے اندر اور اُس کے احاطے میں پورے عالمِ کبیر کو محسوس کیا جائے یہاں تک کہ سارا عالَمِ کبیر نفس کی نورانی فضا کے

اندر فنا ہو کر اُس کا حصہ ہو جائے۔

۳۔ مذکورہ طریقے کے مطابق پورے دائرۂ ولایتِ صُغرٰی کو نفس کے نور کے احاطے میں اس طرح محسوس کیا جائے کہ رفتہ رفتہ سارا دائرۂ ولایتِ صغری نفس کے نور کے احاطے میں آجائے، پھر اُس میں فنا ہو کر نفس کے نور کا حصّہ ہو جائے۔

مراقبۂ اسمُ الظّاہر

اِس مرحلے میں اپنے پورے باطن کو (یعنی پچھلے تمام مراحل عالَمِ صغیر، عالَمِ کبیر، ولایت ِصُغرٰی و کُبرٰی سب کو ایک مجموعہ سمجھ کر) اللہ تعالیٰ کی صفت الظّاہر کے فیض اور پھیلاؤ کے احاطے میں دیکھا جائے اور اس کے فیض کے آنے کو فضا کی صورت میں پھیلے ہوئے اپنے پورے باطن پر محسوس کیا جائے۔ پھر جب اپنا پورا باطن اِسم الظّاہر کے دائرے کے اندر اُس کے نور سے صاف اور روشن محسوس ہو تب اگلا مراقبہ شروع کیا جائے۔

دائرۂ ولایتِ عُلیا

جب باطن کی نگاہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفت الظّاہر کے اندر اپنا باطن یعنی سارا عالَمِ امر پھیلا ہوا محسوس ہو تو اپنے باطن کے اِسی پھیلاؤ کے اندر اپنا وجود سیاہ اور گدلا محسوس ہونے لگتا ہے، یہ وجود درحقیقت سالک کے عالَمِ خلق کے بقیہ چار لطائف... آگ، ہوا، پانی اور مٹی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ پہلے اِن لطائف کا ترتیب وار ایک ایک کر کے اجرا ہوتا ہے، یعنی ہر لطیفہ نور بن کر پھیل جاتا ہے، اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت ''اَلْباطِن'' کا نور سامنے آتا ہے، جب اپنے پھیلے ہوئے باطن کے اندر صفت الباطِن کا دھیان کیا جائے گا تو یہ محسوس ہو گا کہ اپنا سارا وجود بلکہ سارا جہاں (جس کے اندر الباطن صفت کا دھیان کیا تھا) درحقیقت وہ سب دھیان میں آنے والے الباطن کے اُس نور کے اندر ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جو محض عقل سے نہیں سمجھی جا سکتی، لیکن مذکورہ مرحلے میں ادراک کے ذریعے اِسی طرح سمجھ آتی ہے۔

پھر جب مذکورہ دھیان پختہ ہو جائے تب اسی الباطن کے نور کے اندر ترتیب وار اِن تین

لطائف (۱) آگ (۲) ہوا (۳) پانی، سے الباطن کے مذکورہ تصوّر کے مطابق ذکر کرے، یعنی اِن لطائف کے اندر بھی ذکر یا فکر کے ذریعے الباطن کے نور کو اس دھیان کے ساتھ تصوّر میں لاتا جائے کہ وہ لطیفہ ''الباطن'' کے نور میں پھیل کر فنا ہو جائے۔

اسم الباطن کی یہ سیر ''سیر فی اللہ کا دوسرا حصّہ ہے، اسے ولایتِ عُلیا کہتے ہیں، سیر فی اللہ کا پہلا حصّہ اسم الظاہر سے تعلّق رکھتا تھا اُسے ولایتِ نبوت اور ولایتِ کُبریٰ کہتے ہیں۔''

ولایتِ عُلیا کے مرحلوں کا تفصیلی بیان

جب نفس بے کیف نور کی صورت میں اسطرح پھیل جاتا ہے کہ سارا دائرہ ولایتِ صغری نفس کے نور کا حصّہ بن کر ظاہر ہوتا ہے، تو نفس کی اس وسعت کے درمیان سالک اپنے وجود کو دوبارہ (سیاہ یا گدلا یا ٹھوس صورت میں) محسوس کرتا ہے، (یہ وجود درحقیقت سالک کے عالَمِ خلق کے بقیہ چار لطائف... آگ، ہوا، پانی اور مٹی... کا مجموعہ ہوتا ہے) جب اسطرح احساس شروع ہو جائے تو سالک خود کو پوری طرح لطیفۂ آگ کا مجموعہ خیال کرے، اور نفس کے نور کے واسطے سے لطیفۂ آگ کے مجموعے کو یعنی خود کو اقربیت والے دھیان کے ساتھ (اسطرح) دیکھے، (جسطرح عینک کے شیشے کے واسطے سے کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے) اور اس (لطیفۂ خاک) کے اندر اللہ تعالیٰ کو خود سے بہت قریب سمجھتے ہوئے پکارے، یہ پکار اسمِ ذات کے ذریعے لفظ و حروف کے بغیر صرف احساس کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ لطیفۂ آگ اسطرح پھیل جائے کہ سالک کا سارا وجود اُس میں فنا ہو جائے۔ پھر دوبارہ لطیفۂ آگ کا حصّہ بن کر ظاہر ہو جائے۔

جب لطیفۂ آگ کی سیر اوپر بیان کئے گئے طریقے سے مکمل ہو جائے تو سالک نفس کے بے کیف نور کی وسعت کے درمیان دوبارہ اپنے وجود کو محسوس کرنے لگ جاتا ہے، جب ایسا ہو جائے تب سالک خود کو لطیفۂ باد یعنی لطیفۂ ہوا کا مجموعہ خیال کرے، اور اِس کے ذریعے اسی طرح ذکر و فکر کرے جسطرح ابھی لطیفۂ آگ کے بارے میں بیان ہوا۔ یہاں تک کہ سارا وجود فنا اور بقا حاصل کر لے۔

جب لطیفۂ ہوا کی سیر مکمل ہوجائے تو سالک نفس کے بے کیف نور کے درمیان اپنے وجود کو محسوس کرنے لگ جاتا ہے، جب ایسا ہوجائے تب سالک خود کو لطیفۂ ماء یعنی لطیفۂ پانی کا مجموعہ خیال کرے اور نفس کے ذریعے خود کو دیکھتے ہوئے اسی طرح ذکر و فکر کرے جسطرح آگ اور ہوا میں کیا تھا۔

جب لطیفۂ پانی کی سیر مکمل ہوجائے تو نفس کے تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے بے کیف نور کے درمیان لطیفۂ خاک یعنی لطیفۂ مٹی ظاہر ہوجاتا ہے، جب اسطرح ہوجائے تب خود کو لطیفۂ خاک کا مجموعہ خیال کر کے لطیفۂ خاک سے ذکر و فکر کرے یہاں تک کہ لطیفۂ خاک نور بن کر پھیل جائے۔

جب مذکورہ ترتیب کے مطابق لطیفۂ خاک پھیل جائے تو لطیفۂ خاک کے نورانی پھیلاؤ کے درمیان نور کا ایک چھوٹا سورج نما روشن دائرہ ظاہر ہوتا ہے، یہ دائرہ اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْبَاطِنُ کا دائرہ کہلاتا ہے۔

جب اوپر بیان کی گئی ترتیب کے مطابق سالک کے لطیفۂ خاک بلکہ عالمِ خلق کے لطائف کے درمیان الباطن کا دائرہ ظاہر ہوجائے تو اس دائرے کے باہر والے احاطے میں سالک خود کو پوری طرح آگ لطیفہ محسوس کرلے، اور اس طرح فکر کرے کہ سالک خود جو آگ لطیفے کا مجموعہ ہے اسمِ الباطن کے دائرے کے باہر سے الباطن کے دائرے کے اندر جا رہا ہے، جسطرح پانی زمین کے اندر جاتا ہے اور گُم ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ خود کو الباطن کے نور کے اندر گُم محسوس کرلے۔ اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان الباطن کے دائرے کے اندر اسطرح ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق میرے بہت قریب ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی صفت الباطن کا نور اندر کی جانب سے ہر طرف پھیلا ہوا ہے، اس طرح یہ ذکر و فکر کرتا رہے یہاں تک کہ خود کو بھی پوری طرح اس نور کے اندر فنا محسوس کرلے، پھر اسی نور کا ایک حصّہ بن کر بقا حاصل کرلے۔

جب مذکورہ حالت ہوجائے تو دوبارہ سالک خود کو الباطن کے دائرے کے باہر اُس کے

احاطے میں پھیلی ہوئی فضا کی طرح محسوس کرتا ہے، جب اس طرح ہوجائے تب سالک خودکولطیفۂ ہوا کا مجموعہ خیال کرے اوراسیطرح الباطن کے دائرے میں ذکروفکر کرے جسطرح لطیفۂ آگ کا کیا تھا۔ یہاں تک کہ صفتِ الباطن میں فنا ہوکر بقا حاصل کرلے۔

جب مذکورہ حالت مکمل ہوجائے توخودکولطیفۂ پانی کا مجموعہ سمجھ کراسمِ باطن میں اسی طرح ذکروفکر کرے جیسے لطیفۂ آگ اور ہوا میں کیا تھا۔

دائرۂ لاتعیّن

اِس مرحلے کی تکمیل کے بعد تنہا باطنی نگاہ کی سیر ہوتی ہے، نہ کسی لطیفے کا پھیلاؤ ہوتا ہے، نہ عروج ونزول۔ شروع میں اِس سیر کا احساس اپنے وجود کی آنکھ والے مقام سے اسطرح ہوتا ہے کہ باطنی نگاہ اپنے ظاہر و باطن سے بے تعلّق ہوکر غیبُ الغیب فضا میں عروج کرتی جاتی ہے، یہاں تک کہ پوری باطنی نگاہ کے سامنے غیبُ الغیب کی فضا بے جہت پھیل جاتی ہے، اور رفتہ رفتہ سالک کے پورے دائرۂ اسم الظاہر واسم الباطن کا احاطہ کرلیتی ہے، پھر غیبُ الغیب کی اِس پوری فضا کے احاطے میں سالک کا دائرۂ اسم الظاہر والباطن... پرندے کے دو پروں کی طرح... عروج کرتا ہے، پھر دونوں دائرے ایک ہوکر اِن کا مجموعہ پھیل کر اس فضا میں فنا ہوجاتا ہے۔ اِس سیر کو سیرِ نظری کہتے ہیں کیونکہ اِس میں تنہا باطنی نگاہ عروج کرتی ہے، اوراس مرحلے کو دائرۂ لاتعیُّن کہتے ہیں کیونکہ یہ مرحلہ پچھلے مرحلوں کی طرح دائرے کی صورت میں متعیّن نہیں ہوتا، متعیّن نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اِس کے بعد اِس شاہراہ میں کوئی اور مقام ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر اگر اس سیر کے احاطے میں اپنا باطن آجائے تو عروج حسبِ استعداد اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، اور نزول کا آغاز ہوجاتا ہے۔ جب، نظر و قدم واپس ہوجاتے ہیں اور غیب محض کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے تو کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مدد سے مسافتوں کو قطع کیا جاتا ہے۔ یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سیر عن اللہ باللہ اور سیر عن الاشیاء میں ترتیب وار داخلہ ہوتا ہے۔ جبکہ حضرتؒ سے پہلے بزرگوں کے نزدیک چاروں سیریں یہاں مکمل ہوجاتی ہیں۔

ولایتِ کبریٰ کے دائروں میں سیر کی دو حیثیتیں

پیچھے ولایتِ کُبرٰی کے جو مرحلے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں چونکہ اُن کے سمجھنے میں غلط فہمی بہت پائی جاتی ہے اس لئے اس کا خلاصہ بھی درج کیا جارہا ہے:

ولایتِ کبریٰ کے دائروں میں سیر تین قسم کی ہوتی ہے، ایک قسم وہ ہے جس میں ذکر وفکر اس حیثیت اور دھیان کو ثابت کرکے کیا جاتا ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی شان کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز تصوّر اور دھیان میں نہیں ہے۔ اس سیر میں لطائف اپنے اصول میں فنا ہوتے ہیں۔ اس سیر میں عالمِ امر کے لطائف کی اپنی اصل کی طرف سیر ہوتی ہے، یہ سیر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تحقیق کے مطابق درحقیقت سیر الی اللہ کا حصّہ ہے۔ حضرتؒ سے پہلے مشائخ اس کو سیر فی اللہ فرماتے تھے۔

ولایتِ کبریٰ کے مراحل میں سیر کی دوسری قسم وہ ہے جس میں نفس لطائف کے اصول میں عروج کرتا ہے، اور ان کے احاطے میں آکر فنا ہوجاتا ہے۔ یہ سیر فی اللہ ہے اس سیر کے بعد اگر تیسری قسم کی سیر یعنی عن اللہ باللہ شروع ہوجائے تو اس میں ذکر وفکر اقربیت (یعنی اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ میرے قریب ہے) والے طریقے سے کیا جاتا ہے، اِس طریقے کے مطابق ذکر وفکر میں بنیادی طریقہ یہ ہے کہ جب ولایتِ صغریٰ یا اس کے اوپر کُبرٰی کے احاطے میں سالک کا نفس گول (گیند نما) صورت میں ظاہر ہوجائے تو اس نفس کی طرف باطنی نگاہ اس طرح لے جائی جاتی ہے کہ اوپر سے نیچے کی طرف نفس کو دیکھا جاتا ہے، پھر نفس کے اندر سے اللہ تعالیٰ کو صرف توجہ اور فکر کے ذریعہ پکارا جاتا ہے اور یاد کیا جاتا ہے، پھر جس جگہ سے یہ پکار اُٹھتی ہے وہ جگہ رفتہ رفتہ نور بن کر پھیلتی جاتی ہے اور سالک خود کو اور اپنے مشاہدے کی ساری فضا کو اس کے اندر ڈوبتا ہوا محسوس کرتا جاتا ہے اس کیفیت کے مکمل ہونے کے بعد نفس مزید لطیف ہوکر سامنے آتا ہے، پھر دوبارہ پہلے طریقے کے مطابق توجہ اور فکر سے مراقبہ کیا جاتا ہے۔ اس مراقبے کا طریقہ مزید وضاحت سے سمجھنا ہو تو آگے عنوان ''ہیئتِ وحدانی اور لطائف کے درمیان فرق'' میں نمبر ۴ و ۵ کو

دیکھا جائے۔ پھر اسی طریقے کے مطابق ولایتِ عُلیا کا مراقبہ بھی کیا جائے، البتہ اِس مرحلے میں نفس کے بجائے پہلے لطیفۂ آگ، پھر ہوا، پھر پانی میں اقربیت والے طریقے سے مراقبہ کیا جائے۔

دوائر کی نسبت در حقیقت فاروقی نسبت ہے

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مکتوبات سے اسقدر بات تو واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اور اُن کی حیات میں جو مراحلِ سلوک طے فرمائے اُن کا تعلّق دوائر کی نسبت سے نہیں تھا۔

لہٰذا جب اس نسبت کی بنیاد اور ماخذ پر غور کیا گیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانی سے کشفِ صریح کے ذریعے یہ بات واضح کی گئی کہ دوائر کی یہ نسبت در حقیقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص نسبت ہے جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک نسبی طور پر پہنچی ہے، اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء کے بعد اس نسبت کا آگے چلنا علم ومشاہدے میں نہیں آتا، البتہ اویسی طور پر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے یہ نسبت آگے دینے اور اس کے ذریعے مراحل طے کرانے کا وقوع علم ومشاہدے میں آیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سلسلۂ مجدّدیہ معصومیہ کی خاص نسبت اور دوائر کے مروجہ اسباق والی نسبت کی وضاحت

حضرت عُروۃُ الوُثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ... جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین، خلیفۂ اجل اور صاحب زادہ ہیں...اُن کی خاص مجدّدی نسبت ہیئتِ وحدانی والی نسبت ہے، جس کے ذریعے وہ طالبین کی تربیت فرماتے تھے، اس نسبت کے مراحل کا بیان آگے آنے والا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن چونکہ ہیئتِ وحدانی والی نسبت شاہراہ نبوت سے تعلّق رکھتی ہے جس کا طے ہونا عموماً ایسی قویُّ النسبت صحبت پر موقوف ہوتا ہے جو اس شاہراہ کے ذریعے وصول کے درجے پر پہنچ چکا ہو، اس لئے اس نسبت کا کم ہوتے ہوتے حضرت

خواجہ معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ وجانشین حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد آگے چلنا علم ومشاہدے میں نہیں آتا، اور یہ بات کشفِ صریح سے صاف واضح ہوتی ہے کہ اِن کے بعد نسبتِ احراریہ جلوہ گرہوئی ہے، یہاں تک کہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی نسبتِ احراریہ کے ذریعے بطریقِ نگاہ داشت ویادداشت ولایتِ صغریٰ تک مرحلے طے فرمائے ہیں، پھراسی نسبت میں استغراق واضمحلال پیدا کیا ہے، پھراسی نسبت میں ولایت کبریٰ وغیرہ کے مرحلوں کو طے فرمایا ہے، کیونکہ آپ کی ولایت ولایتِ قلبیہ تھی، اور نسبتِ خاص نسبتِ احراریہ۔ اوراس نسبت میں آپ درجۂ کمال تک قویُّ النسبت تھے، اس لئے یہی نسبت آج تک آپ کے سلسلے کی تمام معلوم شاخوں میں نظرآتی ہے، اوراسی کے ذریعے طالبین اپنے مقاصد کی طرف کوشاں معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ احراری نسبت اوردوائروالی مجدّدی نسبت دونوں الگ الگ شاہراہوں سے تعلق رکھتی ہیں، اس لئے جب احراری نسبت کے ذریعے دوائروالے معروف اسباق کئے جاتے ہیں تو کام دائرۂ وہم وخیال میں داخل ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا عام خلط ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی نسبت بھی اپنے کمال کو نہیں پہنچ پاتی۔ یہ خلط اس وجہ سے ہوگیا ہے کہ دوائر کے اسباق جن کا تعلق مجددی فاروقی نسبت کے ساتھ ہے (نہ کہ احراری نسبت کے ساتھ) چونکہ یہ اسباق حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مکتوب میں بیان فرمائے ہیں، اِس نسبت کے علاوہ کسی اورنسبت کے اسباق اورمراحل ابتدا تاانتہاء ترتیب وار بیان نہیں فرمائے، پھرآپؒ کے خلیفۂ خاص میر نعمان بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں اسباق کے مطابق رسالۂ سلوک مرتب فرمایا، اس لئے رفتہ رفتہ یہی اسباق سلسلۂ مجددیہ کی بعض شاخوں، بالخصوص حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں متعین مجدّدی اسباق کی حیثیت سے لازم ہوگئے ہیں۔ حالانکہ اُن کی نسبت احراری نسبت ہے، جوجذبۂ محض ہے۔ دوائر کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

احراری نسبت کے طریقۂ سلوک کا بیان پیچھے گزرچکا ہے، جب احراری نسبت میں یا کسی بھی جذبہ والی نسبت میں دوائراورکمالاتِ نبوت ورسالت وغیرہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے تو وہ

درحقیقت اُسی جذبہ والی نسبت میں ہی بطورِ مثال ہوتا ہے، نہ کہ بطورِ سیرِ قدمی وسیرِ نظری۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم..........

حضرت مجددالف ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی نسبتِ ہیئتِ وحدانی کے مطابق مراحلِ احسانی

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ خاص نسبت جس کا تعلّق آپ کی ذاتی خداداد استعداد کے ساتھ تھا اور آپ اپنے آخر زمانے میں جس کے مطابق طالبین کی طرف توجّہ فرماتے تھے وہ ہیئتِ وحدانی کی نسبت ہے، یہ نسبت شاہراہِ نبوت سے تعلّق رکھتی ہے، اور شاہراہ نبوت میں داخل ہونے کے لئے مقدّمہ اور تمہید کی طرح ہے۔ یہی وہ نسبت ہے جس کے بارے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ:

''وہ طریق کہ جس پر سلوک طے کرنے سے اس فقیر کو مشرف فرمایا ہے ایسا راستہ ہے جو جذبہ وسلوک کا جامع ہے، یہاں تخلیہ اور تحلیہ باہم جمع ہیں، اس جگہ تصفیہ اور تزکیہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں..... یہ وہ طریق ہے انبیاء-عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ-کی شاہراہ ہے، یہ بزرگوار اسی راستے سے-اپنے درجات کے فرق کے مطابق-وصول کی منزلوں کو پہنچے ہیں، آفاق اور انفس کو ایک قدم سے قطع کرکے دوسرا قدم آفاق وانفس سے آگے رکھا ہے، اور معاملے کو سلوک وجذبہ سے اوپر لے گئے ہیں'' (مکتوب ۴۲ دفتر دوم)

چونکہ مذکورہ نسبت کے ساتھ کیفیتِ احسان کے مراحل کا تعلّق انسان کی ہیئتِ وحدانی کے ساتھ ہے، اس لئے پہلے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ ہیئتِ وحدانی کیا ہے؟

ہیئتِ وحدانی کا مطلب

اگر مؤمن انسان کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان کرنے والی ایسی چیز سامنے آجائے جو انسان کے عالَمِ امر وعالَمِ خلق کے دس لطائف (یعنی قلب، روح، سِر، خفی، اخفی، نفس، آگ، ہوا، پانی، مٹی) کا مجموعہ اور خلاصہ ہو تو اُسے ہیئتِ وحدانی کہا جاتا ہے۔

ہیئتِ وحدانی ظاہر ہونے کی دو عام صورتیں

عام طور پر ہیئتِ وحدانی کے ظاہر ہونے کی دو صورتیں ہوتی ہیں: (۱) کمالاتِ ولایت کی تینوں قسموں کی سیر اور عروج و نزول کو انتہا تک پہنچایا ہو۔

(۲) کسی ایسے شخص کی صحبت محبت و عقیدت کے ساتھ میسّر ہو کہ جس نے کمالاتِ نبوت کی سیر کا کوئی درجہ مکمل کیا ہو۔

سالک کے ادراک کے لحاظ سے ہیئتِ وحدانی اور دوسرے لطائف کا فرق

۱- پہلا فرق: کمالاتِ ولایت میں لطائف کی الگ الگ سیر ہوتی ہے، اس سیر کے دوران سالک کے ادراک میں جو لطیفہ بھی ہو اُس کا تعلّق ابتدا میں اپنے ظاہری بدن کے باطن کے ساتھ معلوم اور مشاہَد ہوتا ہے، درمیان اور انتہا میں وہ لطیفہ ادراک میں فضا کی صورت میں پھیلا ہوا آتا ہے، اور اِس فضا کے پھیلاؤ میں نہ اپنا بدن ادراک میں آتا ہے، نہ زمین، نہ آسمان اور نہ عرش آتا ہے، بلکہ تاحدِّ نگاہ پھیلی ہوئی ایک ایسی فضا آتی ہے جس کے اندر یہ ساری چیزیں یا ان میں سے کچھ ڈوب کر فنا معلوم ہوتی ہیں۔

جبکہ ہیئتِ وحدانی سامنے آنے کے بعد اس کے مجموعے کی سیر ہوتی ہے، ہر لطیفے کی الگ الگ سیر نہیں ہوتی، نہ الگ سے کسی لطیفے کی طرف دھیان جاتا ہے۔

۲- دوسرا فرق: بدن کے اندر سینے والی جانب ہیئتِ وحدانی کی طرف دھیان جاتا ہے، بشرطیکہ ہیئتِ وحدانی پیدا ہو گئی ہو لیکن بدن کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ اور تعلّق احساس و مشاہدے میں نہیں آتا۔

۳- تیسرا فرق: جب سالک کی توجّہ اور دھیان ہیئتِ وحدانی کی طرف درست ہو جائے تو باطنی نگاہ اور احساس و مشاہدے میں نہ اپنا ظاہری وجود آتا ہے، نہ کوئی لطیفہ آتا ہے، نہ زمین اور نہ آسمان، بلکہ یہ سب کچھ ہیئتِ وحدانی کا اسطرح حصّہ ہو جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی الگ

سے ادراک واحساس میں نہیں آتا، اس لئے یوں کہا جاتا ہے کہ: یہ سیر نہ انفس میں ہے اور نہ آفاق میں، بلکہ اِن دونوں سے ماوراء ہے۔ جبکہ کمالاتِ ولایت کی سیر میں اِن میں سے ہر ایک الگ سے خیال یا احساس اور مشاہدے میں آتے ہیں۔

۴- چوتھا فرق: ہیئتِ وحدانی کی سیر میں باطنی نگاہ نیچے ہیئتِ وحدانی کی طرف ہوتی ہے، نہ ابتداء میں ہیئتِ وحدانی کا اوپر کی طرف عروج احساس ومشاہدے میں آتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجہ اوپر جاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ بلکہ ہیئتِ وحدانی کے اندر نیچے کی طرف ہی اللہ تعالیٰ کو صرف توجّہ اور فکر سے (حروف والے لفظ کے بغیر) پکارا جاتا ہے، پھر یہ پکار اسطرح نور بن کر پھیلتی ہے کہ ساری ہیئتِ وحدانی اس کے اندر ڈوب جاتی ہے، اور اسطرح محسوس ومشاہَدہوتا ہے کہ جیسے ہیئتِ وحدانی خود اپنے اندر داخل ہو کر غائب ہو گئی۔ یہ سلسلہ یہاں تک چلتا ہے کہ ہیئتِ وحدانی محض نور کی صورت میں بے کیف ہو جاتی ہے، پھر اسی نور والی ہیئتِ وحدانی کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پہلے طریقے سے ہی توجّہ اور فکر سے پکارا جاتا ہے، یہاں تک کہ صرف وہ توجّہ اور فکر بے کیف نور ہو کر سامنے آجاتی ہے اور ہیئتِ وحدانی اُس کے پسِ منظر میں گم ہو جاتی ہے، یہ مقام ہیئتِ وحدانی کے فنا کا مقام ہے، اس کی حیثیت یہاں وہی ہے جو ولایت صُغریٰ میں فنا کی ہوتی ہے۔ پھر اِس مقام سے سامنے آنے والے توجّہِ الٰہی والے بے کیف نور کے اندر سیر ہوتی ہے، اس سیر میں بھی اِسی بے کیف نور کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف توجہ اور فکر کو بغیر لفظ کے محسوس کیا جاتا ہے، یہاں سے سیر در اقربیت حقیقتاً شروع ہوتی ہے، اِس سے پہلے جب تک ہیئتِ وحدانی پوری طرح فنا نہ ہو تو وہ سیر درحقیقت قرب میں سیر ہے، نہ کہ اقربیت میں، توسُّعاً اُسے بھی سیر در اقربیت کہا جاتا ہے۔ چونکہ اِس سیر میں اسطرح کی بات پائی جاتی ہے کہ سالک کا وسعت والا مشاہدہ خود اپنے اندر موجود حضوری کے چھوٹے مشاہدے میں داخل ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور یہ بات عقل کی سطح سے اونچی ہے، کیونکہ عقلاً بڑی چیز چھوٹی چیز میں نہیں سما سکتی اس لئے اِس سیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سیر طورِ عقل کے خلاف ہے یا عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ جبکہ کمالاتِ ولایت کی سیر میں دھیان اور توجّہ اوپر کی طرف بھی جاتا ہے،

پھر جب توجّہ والے مقام کا پھیلاؤ ہو جائے تو مطلوب کے حاصل ہو جانے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اِس بات کو مزید تشریح کے ساتھ اہمیت کی وجہ سے الگ سے دوبارہ بھی لکھا جا رہا ہے۔ اہم اور توجہ طلب معرفت ہے:

۵- پانچواں فرق: کمالاتِ ولایت کی سیر میں جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف فکر اور دھیان کا رخ قائم ہو جاتا ہے، اور اُس توجّہ والے مقام تک سالک پوری طرح پہنچ جاتا ہے تو وہ مقام پھیل جاتا ہے اور سالک کے اندر مطلوب کے حاصل ہو جانے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جبکہ ہیئتِ وحدانی اور اس کے بعد والے کمالات میں خود ہیئتِ وحدانی کے اندر جب اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ اور فکر کو محسوس کیا جاتا ہے تو اُس توجُہ الٰہی والے مقام کے پھیلاؤ اور اُس تک پوری طرح رسائی کے بعد مطلوب ومقصود سراب کی طرح گُم ہو جاتا ہے، اور مطلوب کے حصول سے محرومی اور مایوسی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

وصول وحصول کا مطلب اور فرق:

باطنی توجّہ اور نگاہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجّہ کا رُخ قائم ہو جائے تو اِسے ''وصول'' کہا جاتا ہے، پھر جب سالک خود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجُہ کے رُخ والے مقام تک عروج کر لے، یعنی سالک کے باطنی مشاہدے اور احساس والی فضا میں سالک خود کو بھی اُس توجُہِ الٰہی والے نور اور فضا میں پہنچا ہوا محسوس کرے، پہلے کی طرح دھیان اوپر لیجانے کی ضرورت نہ ہو، پھر اُسی مقام میں فنا ہو کر اُس کا حصّہ ہو جائے تو اِسے ''حصول'' کہتے ہیں۔

وصول اور حصول کے اِس فرق کے لحاظ سے حضرت اقدس مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کمالاتِ ولایت اور کمالاتِ نبوت کا فرق اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''کمالاتِ ولایت کی سیر میں وصول بھی ہے اور حصول بھی، جبکہ کمالاتِ نبوت کی سیر میں صرف وصول ہے، حصول نہیں، بلکہ مطلوب کے حصول سے یاس وحرمان ہے''۔

مجدّدی نسبت اور ادراک کے لحاظ سے اس کی وضاحت

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خاص نسبت ہیئتِ وحدانی کے ساتھ تعلُّق رکھتی ہے، جب خوش بخت سالک پر یہ نسبت ظاہر ہوجائے تو عموماً اس کا ادراک اسطرح ہوتا ہے کہ باطن کی نگاہ اور احساس ومشاہدے میں نیچے کی طرف صرف اپنا پورا وجود آتا ہے، جو عموماً سیاہی مائل فضا کی طرح محسوس ہوتا ہے، اس کے ادراک کے وقت نہ زمین خیال میں آتی ہے، نہ آسمان، نہ سالک کا اپنا شکل وصورت والا جسم، نہ کوئی لطیفہ، خواہ عالَمِ امر کا ہو یا عالَمِ خلق کا۔ اسطرح ادراک میں آنے والا باطن عموماً ہیئتِ وحدانی ہوتا ہے، جو ادراک میں ظاہر وباطن کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے، اس لئے جسم میں اُس کا کوئی مقام احساس ومشاہدے کے ذریعے متعین نہیں ہوتا۔

مجدّدی نسبت کے ذریعے کیفیتِ احسان کے مراحل

(۱) جب مذکورہ نسبت کے لحاظ سے ہیئتِ وحدانی ظاہر ہوجائے تو اس پوری ہیئتِ وحدانی سے ذکرِ اسمِ ذات یا نفی اثبات کی ادائیگی کو محسوس کرے، یہ ذکر صرف احساس اور فکر کی زبان سے کرنا ہوتا ہے اس میں الفاظ اور حروف محسوس نہیں ہوتے۔

اس ذکر کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ادراک سے ماوراء بے مثل وبے مثال ذات کو پکارے یا یاد کرے۔

(۲) مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر کرنے سے باطن کی نگاہ کے سامنے نیچے کی طرف محسوس ہونے والا اپنا پورا باطن (یعنی ہیئتِ وحدانی) رواں محسوس ومشاہَد ہوتا ہے، اسطرح محسوس ہو تو ذکر کے ساتھ اُس کے اسطرح رَواں ہونے کا احساس بھی کرتا رہے۔ مذکورہ طریقے سے ذکر وفکر کرتا رہے یہاں تک کہ سالک کا پورا عالَمِ صغیر (یعنی ہیئتِ وحدانی) بے نور فضا کی طرح صاف ہوکر پھیل جائے۔

فائدہ: مذکورہ حالت تک جو سیر ہوتی ہے یہ ہیئتِ وحدانی کے عالَمِ صغیر (یعنی جس کا تعلق

صرف انسان کے ساتھ ہوتا ہے) کے لحاظ سے ہوتی ہے، اِس کے بعد ہیئتِ وحدانی کے عالَمِ صغیر کی اصل ہے جو ہیئتِ وحدانی کے عالَمِ کبیر کا مجموعہ ہے، عالَمِ کبیر میں ساری کائنات، زمین وآسمان اورعرش داخل ہیں) پھراِس کے بعد عالَمِ کبیر والے مجموعے کی اصل ہے، جو ولایت ِ صغریٰ میں ہے[1]۔

(۳) مذکورہ حالت حاصل ہونے کے بعد اِسی عالَمِ صغیر والے مجموعے کے پھیلاؤ پر باطنی نگاہ رکھے، اور مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر کو محسوس کرے، اس دوران سالک کو نیچے کی طرف پھیلا ہوا سارا عالَمِ صغیر بے رنگ فضا کی صورت میں صاف ہو کر پھیلتا ہوا محسوس ہوتا جائے گا، یہ احساس یا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ اپنا پورا باطن بے جہت رواں حالت میں چلتا رہتا ہے، اس دوران اوپر نیچے یا دائیں بائیں کوئی جہت خیال میں نہیں آتی، بلکہ بیک وقت سارا باطن ہر طرف پھیلتا ہوا اور عروج ونزول، فناء وبقا، سلوک وجذبہ کے حالات میں ہوتا ہے، اس نسبت میں نہ تنہا عروج ہے، نہ نزول، نہ تنہا فنا ہے نہ بقا۔ عجیب دیوانگی اور جہالت ہے جس سے باطن سرشار اور سرفراز ہوتا ہے۔ اگر ان حالات میں سے کسی ایک حالت کا تنہا ارادہ یا احساس ومشاہدہ کیا جائے تو یہ ترقی اور حضوری کے لئے حجاب ورکاوٹ بن جاتا ہے۔

مذکورہ طریقے کے مطابق سیر ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ عالَمِ صغیر والا پورا مجموعہ اپنی اصل یعنی عالَمِ کبیر والے مجموعے تک عروج کر کے اُس میں پھیل کر فنا ہو جاتا ہے۔

(۴) ہیئتِ وحدانی کا عالَمِ کبیر والا مجموعہ ظاہر ہونے کے بعد اِس کو بھی پچھلے مرحلے کی طرح ذکر وفکر کے ذریعے باطن کی نگاہ سے دیکھنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اِس کی اصل یعنی ولایتِ صغری والا مجموعہ ظاہر ہو جائے۔

(۵) مذکورہ مرحلے کے بعد ہیئتِ وحدانی کے ولایت صغری والے مجموعے کو حسبِ سابق ذکر وفکر سے نگاہ میں رکھنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ بھی پھیل کر فنا ہو جائے پھر بے رنگ فضا کی صورت میں ظاہر ہو کر رفتہ رفتہ پھیل جائے۔

جب سالک کی سیر اِس مرحلے تک پہنچ جائے تو سالک کمالاتِ نبوت کی سیر میں قدم رکھنے

کا اہل ہو جاتا ہے۔

کمالاتِ نبوت اور مجدّ دی نسبت میں فرق

فائدہ: کمالاتِ نبوت اور مجدّ دی نسبت دونوں میں سیر کا تعلُّق ہیئتِ وحدانی کے ساتھ ہے، لیکن دونوں کے درمیان سیر کے لحاظ سے اہم فرق یہ ہے کہ مجدّ دی نسبت میں صرف ہیئت ِوحدانی کے مجموعے کی اجمالی سیر ہے، اور صرف اس کے ظاہر کا تصفیہ وتزکیہ ہے۔ پہلے عالَمِ صغیر کے مرتبے میں، پھر عالَمِ کبیر، پھر ولایتِ صغریٰ کے مرتبے تک سیر مکمل ہو جاتی ہے۔ پھر جب اجمالی سیر مذکورہ ترتیب کے مطابق مکمل ہو جائے تو سالک بتوفیقِ الٰہی کمالاتِ نبوت کی سیر میں قدم رکھتا ہے، اِس سیر کا بیان آگے آنے والا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کمالاتِ نبوت میں ابتداء سے ہی ہیئتِ وحدانی کے ظاہر و باطن دونوں کا تصفیہ وتزکیہ ہوتا ہے، اور ہیئتِ وحدانی کے اندر سیر ہوتی ہے۔ گویا یہ سیر سیرِ انفسی کے مشابہ ہے، جبکہ مجدّ دی نسبت کے ذریعے ہیئت ِوحدانی کی سیر سیرِ آفاقی کے مشابہ ہے۔ حضرت مجدّ د رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے ذکر کردہ اس ''ارشاد آفاق اور انفس کو ایک قدم سے قطع کر کے دوسرا قدم آفاق وانفس سے آگے رکھا ہے'' کا یہی مطلب ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی تیسری نسبت :

''نسبتِ صدیقی'' اور نسبتِ مجدّ دیہ بنوریہ وبنوریہ شمسیہ

تیسری نسبت جو حضرت مجدّ د صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعے آگے چلی ہے وہ صدیقی نسبت ہے، یہ نسبت درحقیقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ہے، یہی نسبت سلسلہ نقشبندیہ کی اصل اور بنیاد ہے، لیکن اس نسبت کی عجیب بات یہ ہے کہ یہ کسی دور میں ظاہر ہوتی ہے اور عالَم کو اپنے نور سے منوّر کر دیتی ہے، اور کبھی پوشیدہ ہو جاتی ہے اور امانت کے طور پر آگے چلتی ہے۔ چنانچہ اس نسبت کی حالت اور ظہور و پوشیدگی کا وہ زمانہ جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک ہے خود حضرت مجدّ د الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''اِن عزیزوں (یعنی اکابرِ نقشبندیہ) کا جذبہ دو قسم پر ہے، پہلا وہ جذبہ ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے، اور اسی اعتبار سے ان کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے، اس جذبہ کا حصول خاص طرح کی توجّہ کے ساتھ ہوتا ہے جو تمام موجودات کی قیّوم ہے اور اس میں استہلاک واضمحلال سے (حاصل ہوتا ہے)۔

دوسری قسم جذبہ کی وہ ہے جس کے ظہور کا مبدء اس طریق میں حضرت خواجہ نقشبند ہیں، اور یہ جذبہ معیّتِ ذاتیہ کی راہ سے پیدا ہوتا ہے، یہ جذبہ حضرت خواجہ سے اِن کے خلیفہ خواجہ علاء الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کو پہنچا ہے... انہوں نے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریق وضع کیا ہے،... اب تک خانوادۂ علائیہ اور احراریہ کے مشائخ کے خلفاء اس دولت عظمٰی سے بہرہ مند ہیں.... پہلی قسم کا جذبہ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کے حاصل ہونے کا الگ طریقہ وضع کیا گیا ہے، اور وہ طریقہ وقوفِ عددی کا ہے۔ اور وہ سلوک جو اِس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد ظاہر ہوتا ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں بلکہ کئی قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ جس کے طریق سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مقصود تک پہنچے ہیں، ...یہی جذبہ وسلوک کی نسبت اسی خصوصیّت سے امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ علیہ) کو (حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ سے اور اُن کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے، اِس کے بعد حضرت امام (جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ) نے اِس نسبتِ مرکبہ کو ودیعت (اور امانت) کے طور پر سلطان ُالعارفین (بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے حوالہ کیا، گویا یہ بارِ امانت اِن کی پشت پر رہا ہے تاکہ رفتہ رفتہ بتدریج اپنے اہل کو پہنچ جائے، ورنہ اُن کی توجّہ کا رُخ دوسری طرف ہے، وہ اس امانت کے اٹھانے سے زیادہ اِس نسبت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے...، اسی طریقے سے ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے یہ نسبت اپنے اہل تک پہنچ گئی، اور وہ عارفِ ربّانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ہیں جو حضراتِ خواجگان کے سَرِ حلقہ ہیں، قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ اَسْرَارَھُمْ۔ ان کے زمانہ میں یہ عالی نسبت

ظاہر ہوکر پھر از سرِ نو تازہ ہوگئی، ان کے بعد اس سلسلے میں سلوک آفاقی کی جہت پھر پوشیدہ ہوگئی، جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد دوسری راہ سے سلوک کیا اور عروج پیدا کیا، یہاں تک کہ خواجہ نقشبند قدَّسَ اللہُ تعالیٰ سِرَّہُ الاَقدس عالَمِ ظہور میں آئے، وہ نسبت پھر جذبہ اور سلوک آفاقی کے ساتھ ظاہر ہوئی،...، اس کے باوجود ایک دوسری قسم کا جذبہ (بھی) جو معیّت کے راستے سے پیدا ہوتا ہے اُن کو عطا فرمایا گیا، اِن کمالات میں سے بہت سا حصہ ان کے قائم مقام خواجہ علاء الحق والدین کو حاصل ہوا، (اور وہ) جذبہ کی دونوں قسموں اور سلوکِ آفاقی سے مشرّف ہوئے...، حضرت خواجہ نقشبند کے خلفاء کے بعد اِس خاندانِ نقشبندیہ کے چراغ حضرت خواجہ احرار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) تھے، یہ خواجگان کے جذبہ کو پورا کر کے سیرِ آفاقی کی طرف متوجّہ ہوئے، اسم تک سیر کو پہنچایا، بغیر اس بات کے کہ اسم میں آکر اس میں استہلاک وفنا پیدا کریں دوبارہ خانۂ جذبہ میں آئے، استہلاک اور خاص اضمحلال اس جہت میں پیدا کیا اور اسی جہت میں بقا کو پایا...، اس کے بعد اِن بزرگواروں کے طریقے کو زندہ کرنا اور اِن عزیزوں کے آداب کو پھیلانا خاص طور پر ہندوستان کے ممالک میں ارشاد پناہی، معارف سے آگاہ، پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ مولانا محمد الباقی سلمہ اللہ تعالیٰ کے ظہور سے وجود پذیر ہوا''

(مکتوبات امام ربانی - دفتر اول مکتوب ۲۹۰، نیز دیکھئے مکاشفات عینیہ از حضرت مجددؒ مکاشفہ ۱)

اگرچہ نسبتِ صدیقی کے ذریعے فنا و بقا سے مشرّف ہونے والے بہت ہیں، لیکن اس نسبت کے ذریعے انفس و آفاق سے باہر نکل کر اِس نسبت کی سیر کو اپنے مرکز اور مَبْدَأ تک پہنچانے کا شرف اور اختصاص حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حاصل ہے، یہ نسبت خالص حُبّ لِلّٰہ کی نسبت ہے، اور باقی نسبتوں سے بلند اس لئے بھی ہے کہ اس نسبت کے مَبْدَأ کا تعلّق کمالات انبیاء اولوالعزم کے ساتھ ہے، یہ نسبت حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعے اپنے عروج کو پورا کر کے اپنے مرکز میں کامل استہلاک اور ایک نئے رنگ

اور الگ خصوصیات کے ساتھ جزوی طور پر دوبارہ ظاہر ہوئی اور اس رنگ اور خصوصیات کے ساتھ بطورِ ودیعت آپ کے معروف خلیفہ حضرت شیخ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد ہوئی ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے آپ کے سلسلہ میں بطورِ ودیعت چلتی رہی ہے، جبکہ خود اِن بزرگواروں کی توجہ اور تعلیم و تربیت کا رُخ نسبتِ نقشبندیہ کی طرف رہا ہے، نسبتِ صدیقیہ مجددیہ -جس کا ذکر ابھی ہوا- کا ظہور اپنے الگ امتیازی رنگ کے ساتھ سلسلۂ بنوریہ کے عظیم المرتبت شیخ حضرت خواجہ شمس الدین سید پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۹۴۳) پر ہوا، حضرت سید پوری ؒ پر اس نسبت کی سیرِ مستطیل کی جہت ظاہر ہوئی، اور پھر اس نسبت کے ذریعے آپ نے اور آپ کے خلفاءِ کرام نے طالبین کی تربیت فرمائی۔ اس نسبت کو آپ کے سلسلے میں ''حقیقت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس نسبت کے لحاظ سے لطیفۂ خفی کا مقام دونوں ہونٹوں کے درمیان ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ نسبتِ صدیقیہ حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ایک نئے رنگ اور خاص امتیاز کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اس لئے اِسے نسبتِ صدیقیہ مجدّدیہ یا ''حقیقت والی نسبت'' سے آگے ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نسبتِ صدیقیہ مجدّدیہ یعنی حقیقت کی وضاحت اور خصوصیات

مذکورہ نسبت سے پہلے یہ بات سمجھنا مناسب ہے کہ کیفیتِ احسان یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان کا راسخ ہوجانا ہر عبادت کی روح ہے، پھر جسطرح اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان قائم ہونے کی کیفیات بے شمار ہیں، توجہ الی اللہ کی اِن کیفیات میں سے جو کیفیت کسی کامل مؤمن کو راسخ طور پر حاصل ہوجائے تو اسے نسبت کہا جاتا ہے، اِن تمام نسبتوں کا مرکز اور مَبْدَاُ نبی کریم رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، اللہ تعالیٰ کی عام سنّت جو تجربے اور مشاہدے سے مشائخ کرام پر متعین طور پر ظاہر ہوئی اور بعض آیات قرآنی اور احادیثِ مبارکہ سے اس کا صحیح اور قابلِ اتباع ہونا معلوم ہوا، وہ یہ کہ کوئی بھی کیفیتِ احسان والی نسبت حاصل کرنے کا بہترین اور آسان ذریعہ عام طور پر کسی ایسے متبعِ شریعت بندے کی صحبت کا اہتمام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نسبت عطا کی ہو۔

پھر استعدادوں کے فرق سے کبھی نسبت دوسرے کی طرف کلی طور پر یعنی پوری طرح منتقل ہوتی ہے اور کبھی جزوی طور پر، پھر اُس نسبت کو حاصل کرنے کے بعد اُس کے ذریعے استفادہ اور کیفیتِ احسان کے درجات طے کرنے کے لحاظ سے بھی اولیاءِ کرام کے درجات میں فرق ہوجاتا ہے۔

تمام نسبتوں کے درمیان فرق والے چار بڑے درجے اور اُن کی کُلّی وجزوی حیثیت کی وضاحت

جسقدر معتبر اور عالی نسبتیں ہیں اُن کا مَنْبَع اور مَبْدَاُ (یعنی جاری ہونے اور شروع ہونے کا اصل مقام) نبی کریم رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مختلف درجوں اور مقامات میں سے ایک ہوتا ہے، وہ چار درجے یہ ہیں (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ نبوّت (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ رسالت (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ انبیاءِ اولوالعزم (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص کمالات۔

بلند نسبتوں کی جامع اور کُلّی حیثیت کا بیان

کمالاتِ نبوت کی نسبت کا کلّی تعلّق ہیئتِ وحدانی کے ساتھ ہے، اس میں پہلے قربِ الٰہی کا ادراک ہیئتِ وحدانی کے اندر ہوتا ہے، پھر ہیئتِ وحدانی کے تصفیہ وتزکیہ کے بعد قرب کا ادراک ہیئتِ وحدانی سے الگ اور اس سے پہلے ہوتا ہے۔یعنی قرب سے اقربیّت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔اگر اس مقام کی نسبت پوری طرح منتقل ہوتو وہ مؤمن کے تمام لطائف کے مجموعے (جس کو ہیئتِ وحدانی کہا جاتا ہے) کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

کمالاتِ رسالت کی نسبت کا کُلّی تعلُّق ہیئتِ اقربیّت کے ساتھ ہے، ہیئتِ اقربیّت سے مراد مؤمنِ کامل کی وہ باطنی حالت ہے جو ہیئتِ وحدانی کے تمام درجوں اور اصول کا مجموعہ بھی ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خود سے قریب تر ہونے کا ادراک بھی کرتی ہے اور یہ احساس وادراک بھی رکھتی ہے کہ میں وصل اور مشاہدے کے طور پر اُس بلند ذات کے ادراک سے عاجز ہوں۔ اگر یہ

نسبت پوری طرح منتقل ہوتو ہیئتِ اقربیت کونصیب ہوتی ہے۔

کمالاتِ انبیاء اولوالعزم کی نسبت کا کُلّی تعلُّق ''ہیئتِ حقیقیہّ'' کے ساتھ ہے۔ ہیئتِ حقیقیہّ سے مراد بلند استعداد مؤمن کامل کی وہ باطنی ہیئت اور حالت ہے جو تمام عالموں یعنی سارے عالَم امرو عالَمِ خلق کی ادراکی قوتوں کی روح، خلاصہ اور مجموعہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص نسبتوں میں نسبت کا کُلّی تعلُّق ''ادراکِ جامع'' کے ساتھ ہے۔''ادراکِ جامع'' سے مراد بلند استعداد مؤمن کامل کی وہ باطنی صفت ہے جو محض ادراکِ جامع ہے بغیر مُدرِک کے، محض جامعِ علم ہے بغیر علم کے، یعنی یہ ایسی باطنی ہیئت اور صفت ہے جس میں کیفیتِ احسان کے تمام ادراکات (مثلاً اللہ تعالیٰ کا اوّل ہونا، آخر ہونا، ظاہر و باطن ہونا، قریب اور اقرب ہونا، ساتھ ہونا، وراءُالوراء ہونا وغیرہ سب کا) ایک وقت میں ادراک ہوتا ہے، لیکن یہ ادراک بغیر مُدرِک کے ہوتا ہے یعنی اس ادراک کا کوئی آلہ (مثلاً کوئی لطیفہ یا کوئی محسوس وممتاز ہیئت وغیرہ) نہیں ہوتا، ادراکِ محض ہوتا ہے، علم محض ہوتا ہے وہ بھی جامعیت کی مذکورہ کیفیّت کے مطابق۔ عام انسانی عقل تو اس طرح کے ادراک کو بظاہر اضداد کا ادراک ہونے کی وجہ سے بھی ناممکن سمجھتی ہے، لیکن اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو کیفیتِ احسان کی یہ نعمت رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عطا فرما دیں تو اس میں کوئی اشکال بھی نہیں ہوسکتا۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۔

مذکورہ چاروں نسبتوں کا اپنے پورے اثر اور جامعیّت کے ساتھ رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دوسروں کو تبعیت ووراثت کے طور پر عطا ہونا عام طور پر صحبت کے ذریعے ہوا ہے، اسی لئے ادنیٰ صحابی بعد والے تمام اولیاءِ کرام سے افضل ہے، پھر نسبتوں کا یہ انتقال بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں استعدادوں کے فرق سے بلکہ فضل الٰہی سے مختلف ہوا ہے۔ لیکن ان نسبتوں کے باوجود کوئی صحابی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ نبی کو یہ نسبتیں بلا واسطہ اور اصالتًا عطا ہوتی ہیں، جبکہ صحابی کو تبعًا و وراثتًا نصیب ہوتی ہیں۔

امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کمالاتِ نبوت والی شاہراہ (جو

جامعیت والی شاہراہوں اور نسبتوں میں سے پہلی ہے) نسبت اور شاہراہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

''انبیاء علیھم الصَّلوٰات و التَّسلیمات کے حق میں اس بخشش کا حاصل ہونا بغیر واسطے کے ہے، اور انبیاء علیھم الصَّلوٰات والتَّحِیّات کے اصحاب کے حق میں جو تبعیّت اور وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرّف ہوئے ہیں انبیاء کے واسطے سے ہے، علیھم الصَّلوٰات والبرکات۔

انبیاء اور ان کے اصحاب علیھم الصَّلوٰات والتَّسلیمات کے بعد کم کوئی اس دولت سے مشرّف ہوا ہے،... میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے اکابر تابعین پر پرتو ڈالا ہے، اور اکابر تبع تابعین پر بھی سایہ ڈالا ہے، اس کے بعد یہ دولت پوشیدہ ہوگئی ہے، یہاں تک کہ آن سرورِ علَیہِ وعلیٰ آلہِ الصلوات والتسلیمات کی بعثت سے دوسرے ہزار سال کی نوبت آ گئ ہے، اور اِس وقت پھر یہ دولت تبعیت اور وراثت کے طور پر ظاہر ہوئی ہے، اور آخر کو اوّل کے مشابہ کر دیا ہے'' (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب:۳۰۱)

مذکورہ چاروں کلّی اور جامع نسبتیں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور اکابِر تابعین کے بعد عام طور پر جزئی حیثیّت سے آگے منتقل ہوتی رہی ہیں، یعنی تاثیر و تاثر کا فرق ہو جانے سے ہیئتِ وحدانی اور ہیئتِ اقربیّت وغیرہ کے بجائے تنہا لطیفۂ قلب میں داخل ہوئی ہیں، پھر رفتہ رفتہ دیگر لطائف کو بیدار کر کے فنا و بقا وغیرہ کی کیفیات کے ساتھ ظاہر ہوئی ہیں۔

نسبتِ صدیقیہ مجدّدیہ کا بیان

نسبت صدیقیہ مجدّدیہ کی ایک جزئی حیثیت ہے اور ایک کُلّی حیثیت، دونوں کے لحاظ سے اس کے مرحلے اور ذکر کا طریقہ مختلف ہے۔ یہ نسبت جزئی حیثیت سے عالَمِ امر کے لطائف کا خلاصہ اور روح ہے، اس حیثیت سے اس نسبت کا مشہور نام سلسلۂ مجددیہ بنوریہ شمسیہ میں حقیقت ہے، اسی کو خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''فقرات'' میں ''دَرَّا کہ'' کے لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

حقیقت یعنی نسبتِ صدیقیہ کی جزئی حیثیت کا بیان

یہ نسبت اگر جزئی حیثیت سے ظاہر ہوتو عموماً کشفِ معنوی والی باطنی نگاہ میں نور کے ایک چھوٹے ستارے کی صورت میں یا آگ کے شعلے کی صورت میں اوپر جاتی ہوئی نظر آتی ہے، اور ذکر کے دوران نیچے سے اوپر کی طرف ذکرِ اسمِ ذات ''اللہ اللہ'' کرتی ہوئی سفر کرتی ہے، اور اپنے متعلّقہ مرحلے میں نور اور فیضِ الٰہی کے سمندر میں نور بن کر پھیل جاتی ہے۔

جن سالکین کو کشفِ معنوی کی نگاہ میں نظر نہ آئے تو اُنہیں اپنا وجود ذکر و مراقبے کے دوران دھیان اور تصوُّر میں اوپر کی طرف جاتا ہوا محسوس ہوتا ہے، اور پھر ایک صاف نورانی فضا کی صورت میں تبدیل ہوجاتا ہے، اس کے بعد صرف وہ فضا خیال اور احساس میں رہ جاتی ہے، اپنا وجود اُسی فضا میں اسطرح ختم ہوجاتا ہے جسطرح چینی اور نمک پانی میں حل ہوجاتے ہیں۔

حقیقت کے لحاظ سے مراحلِ سیر و سلوک

پہلا مرحلہ: ذکرِ اسمِ ذات پیچھے بیان کئے گئے طریقۂ نجد وانیہ کے مطابق لطیفۂ قلب سے کیا جائے، پھر اسی ترتیب کے مطابق دیگر پانچ لطائف سے بھی ذکر کیا جائے۔

فائدہ: جن سالکین کو صاحبِ حقیقت شیخ سے مذکورہ نسبت حاصل ہوچکی ہوتی ہے اُن کے عالَم امر کے بعض یا تمام لطیفوں کے فنا و بقا کے بعد حقیقت سامنے آجاتی ہے۔

کسی سالک کی حقیقت فناءِ قلب کے بعد سامنے آتی ہے، کسی کی قلب کی حقیقی فنا (جو ولایتِ صغریٰ میں ہوتی ہے) کے بعد کسی کی دیگر بعض یا تمام لطائف کی سیر کے بعد سامنے آتی ہے۔ غرضیکہ حقیقت کا ظاہر ہونا سالکین کی استعداد اور شیخِ کامل کے تصرُّف سے مختلف ہوتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: جب سالک کی حقیقت ظاہر ہوجائے، تو اسے چاہیۓ کہ باطنی نگاہ سے حقیقت کو ذکرِ اسمِ ذات میں مشغول دیکھے یہاں تک کہ حقیقت اوپر آسمانوں کی طرف عروج کرجائے۔ اور عالَمِ کبیر کی انتہاء تک پہنچ کر ذکر میں مصروف ہوجائے اور پھر نور بن کر پھیل

جائے، پھراسی نورکو ہرطرف پھیلا ہوامتوجہ الی اللہ خیال کرے، یہاں تک کہ یہ نورفنا ہوجائے اور ہرطرف فنا کی فضا چھا جائے، یہاں تک کہ جب اُس فضا میں دوبارہ حقیقت یا اپنا آپ ازسرِ نو دھیان میں آجائے اور بغیر عروج کے رفتہ رفتہ نور بن کر پھیل جائے تو اگلا مرحلہ شروع کیا جائے۔ اگر اُسے حقیقت کا کشف نہیں ہے تو اپنے ارادے سے اپنے وجود کو کالعدم سمجھ کر اپنی حقیقت کو ہی اپنا آپ خیال کرے، پھر اپنی حقیقت کو ذکرِ اسمِ ذات میں مشغول ومصروف محسوس کرتا رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان آسمانوں کی طرف جانے لگے گا، پھر رفتہ رفتہ عالَمِ کبیر کی انتہا تک توجہ اور دھیان پہنچ جائے گا۔ اور یوں تصور ہوگا جیسے اس کے ذکر کی پکار عرش مجید سے اوپر ہو رہی ہے، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ صاف فضا دھیان میں ہرطرف پھیل جائے گی، پھرخودکواللہ تعالیٰ کے دھیان میں اُسی روشن اور صاف فضا کے پھیلاؤ میں ڈوبا ہوا خیال کرے، اس کے بعد فنا کی حالت ہرطرف ہوجائے گی، پھر بقا کی حالت۔ فنا وبقا کا مطلب اپنے شیخ سے اس مرحلے کے مطابق سمجھ لیا جائے اس کے بعد اگلا مرحلہ شروع کیا جائے۔

تیسرا مرحلہ: دوسرے مرحلے کے مطابق عالمِ کبیر کی اصل یعنی ولایتِ صُغرٰی کی طرف توجہ الی اللہ کا رُخ کرے، یہاں تک کہ پچھلے مرحلے کی طرح ولایتِ صُغرٰی کے آخری حصہ تک عروج کرے اور پھر نور بن کر ہرطرف پھیل جائے، پھر ولایتِ صُغرٰی میں فنا ہوجائے۔

چوتھا مرحلہ: جب حقیقت اپنی اصل یعنی ولایتِ صُغرٰی میں پہنچ کر فنا ہوجائے، پھر نور بن کر پھیل جائے تب اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرے کہ وہ پھیلا ہوا نور سالک کے اپنے وجود میں نفس کے اوپر آئے، فیض اور رحمتِ الٰہی کا اسی طرح نفس پر آنے کی التجا کرتا رہے یہاں تک کہ نفس بھی عروج کرکے رفتہ رفتہ ولایتِ صُغرٰی میں پھیل کر فنا ہوجائے۔

بقیہ مراحل: مذکورہ مرحلے کے بعد یکے بعد دیگرے ولایتِ کبریٰ کی پہلی اصل، پھر دوسری اصل پھر تیسری اصل پھر قوس اور پھر ولایتِ عُلیا کی طرف حقیقت کے عروج اور فنا وبقا کا مراقبہ کیا جائے، پھر حقائقِ انبیاء یعنی حقیقتِ آدمیہ، حقیقت ابراھیمی، حقیقتِ موسوی، حقیقتِ عیسوی،

حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ احمدی (علیٰ صاحبھا وعلیٰ جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات) میں یکے بعد دیگرے حقیقت کے عروج، پھر فنا اور بقا کا مراقبہ کیا جائے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے رسالہ تحفۂ غیب (از مؤلف) دیکھا جائے۔ اس کے بعد آگے بیان کئے گئے طریقے کے مطابق حقیقت کی اگلی نسبت کے اعتبار سے ذکر و مراقبہ کیا جائے۔

حقیقت والی نسبت سے ذکر و مراقبہ محسوس کرنے کے بنیادی اصول

جب حقیقت والی نسبت سے ذکر و مراقبہ کیا جائے تو اس کو محسوس کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ چونکہ یہ نسبت ''حُبّ'' والی نسبت ہے، اس لئے اس میں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی کیفیت حقیقت میں محسوس کرے، اور یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کی سوچ اور فکر سے حقیقت خالی بھی ہے اور نا آشنا بھی۔

یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ حقیقت ذکرِ اسمِ ذات خود بخود کرتی ہے یا بغیر ذکر کے صرف فکر اور توجہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ رہتی ہے، سالک کو چاہیے کہ حقیقت کے اس ذکر یا فکر کو محسوس کرے۔

حقیقت یعنی نسبتِ صدیقیہ کی کلّی حیثیت کے مراحل کا بیان

پہلا مرحلہ: اپنی باطنی نگاہ سے حقیقت کو اس طرح پھیلا ہوا خیال کرے کہ اپنا پورا وجود، یعنی عالَمِ صغیر حقیقت کے پھیلاؤ کے اندر آجائے، اور رفتہ رفتہ حقیقت کے بے کیف نور کے اندر پھیل کر فنا ہو جائے۔

دوسرا مرحلہ: مذکورہ طریقے کے مطابق حقیقت کو اسطرح پھیلا ہوا خیال کرتا جائے کہ سارا عالَمِ کبیر حقیقت کے پھیلاؤ کے اندر آجائے اور پھر پھیل کر فنا ہو جائے۔

تیسرا مرحلہ: مذکورہ طریقے کے مطابق عالَمِ کبیر کی اصل یعنی ولایتِ صُغریٰ کو بھی حقیقت کے پھیلاؤ میں دیکھتا جائے یہاں تک کہ وہ بھی حقیقت کے پھیلاؤ کے اندر آجائے اور پھر پھیل کر فنا ہو جائے۔

اس کے بعد حقائق انبیاء یعنی حقیقتِ ابراھیمی، حقیقتِ موسوی اور حقیقتِ محمدی و حقیقتِ احمدی کا مراقبہ بھی اسطرح کیا جا سکتا ہے کہ اپنی حقیقت درجہ بدرجہ اِن حقائق کے پھیلاؤ میں پھیل کر فنا ہو جائے۔ یہاں تک کی سیر گویا کہ کمالاتِ انبیاءِ اولوالعزم کی سیر کے لئے تمہید اور مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد اگر محض فضلِ الٰہی ہو تو کمالاتِ انبیاءِ اولوالعزم کے مرحلے میں سیر شروع ہوتی ہے۔

اِس مرحلے میں حقیقت اپنے اندر اندر سے کھلتی جاتی ہے جسطرح کہ سیرِ انفسی میں اپنے باطن کے اندر درجہ بدرجہ سیر ہوتی ہے۔ اس سے پہلے جو سیر ہوئی تھی وہ گویا سیر آفاقی کے مشابہ تھی۔ اِس مرحلے میں سالک کامل کے باطن کا وہ مجموعہ حقیقت کے احاطے میں آجاتا ہے جو سارے عالموں کے حقائق کا مجموعہ اور خلاصہ ہے، پھر سالک سیر مستدیر کے طریق پر حضوری سے بے ارادہ ہو کر حقیقت کے اندر اپنے اسی باطن کو دیکھتا ہے، اس مرحلے میں ترقی کا تعلّق محض فضلِ الٰہی سے وابستہ ہوتا ہے، ذکر یا فکر کا ارادہ سالک کی طرف سے نہیں ہوتا۔

وما	توفیقی	الا باللہ	العلی	العظیم
قلم	این	جا رسید	و	بشکست

حضرت مجدّد علیہ الرحمہ کی چوتھی نسبت: نسبتِ نقشبندیہ اور پانچویں نسبت:

نسبتِ احراریہ

چونکہ اِن دونوں نسبتوں کا تعلق خانۂ جذبہ کے ساتھ ہے اس لیے پہلے خانۂ جذبہ کی وضاحت ضروری ہے۔

خانۂ جذبہ کا مطلب اور اس کے ذکر کا آسان طریقہ

انسان جسم اور روح کے مجموعے کا نام ہے، لطائف وغیرہ کے لحاظ سے ذکر و مراقبے کے جسقدر طریقے ہیں سب میں جسم کے واسطے سے روح بھی ذکر کی طرف متوجہ ہوتی ہے،

ذکرومراقبہ کے تمام طریقوں اورسلسلوں میں ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ جس میں جسم کے واسطے کے بغیر براہِ راست روح کے ذریعے ذکرومراقبہ شروع ہوجاتا ہے اِس مرحلے کا نام خانۂ جذبہ ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں یہ مرحلہ کسی سالک کا لطیفۂ قلب کے ذکر کے دوران شروع ہوجاتا ہے، کسی کا روح یا سروغیرہ کے بعد اور کسی کا ولایتِ صغرٰی کے دوران شروع ہوجاتا ہے، باقی سلاسل میں یہ مرحلہ انتہا میں شروع ہوتا ہے۔ اگر اس مرحلے کی حقیقت اور طریقِ ذکر معلوم نہ ہوتو سالک ہمیشہ اسی مرحلے میں ہی رہتا ہے۔

خانۂ جذبہ میں ذکر کے کئی طریقے ہیں

جسطرح جسم میں ذکر کے لطائف ہیں اسی طرح تنہا روحِ انسانی میں بھی مختلف لطائف ہیں، اِس لحاظ سے خانۂ جذبہ میں ذکروفکر کے مختلف طریقے ہیں جنہیں جذبہ کی مختلف نسبتوں کے نام سے بیان کیا جاتا ہے مثلاً جذبۂ صدیقیہ، جذبۂ نقشبندیہ اور جذبۂ احراریہ وغیرہ، جذبۂ نقشبندیہ روح کے قلب کی ولایت والی نسبت ہے، جذبۂ احراریہ روح کے نفس کی نسبت ہے۔

خانۂ جذبہ میں ذکرومراقبہ کا آسان طریقہ

بہرحال خانۂ جذبہ کے ذکرومراقبہ میں بنیادی اور اصولی بات تمام نسبتوں کے لحاظ سے یہ ہے کہ ذکروفکر کے دوران پہلے اپنے جسم کو کالعدم تصوّر کیا جائے اور صرف تنہا روح کو موجود خیال کیا جائے، اگر یہ تصوّر اور فکر حقیقتاً ہورہی ہوتو اس کا مطلب ہے کہ سالک کے خانۂ جذبہ کے ذکرومراقبہ کا مرحلہ سامنے آچکا ہے، لہٰذا اب سالک صرف اسی روح کے ذریعے ذکر کرے اور توجّہ الی اللہ کو محسوس کرے، اس دوران سالک خودکو ہمہ تن روح کی لطیف فضا میں ڈوبتا ہوا محسوس کرے گا، اور روح میں وسعت پیدا ہوتی جائے گی، اس وسعت کو نگاہ میں اسقدر رکھنا ہے کہ اس میں مکمل فنا پیدا ہوجائے۔

خانۂ جذبہ کی تین مشہور نسبتیں اور اِن کے لحاظ سے مراقبہ کا طریقہ

سلسلۂ نقشبندیہ میں عموماً جذبہ کی تین نسبتیں مشہور ہیں، تینوں کے لحاظ سے فکر کا طریقہ مختلف ہوتا ہے، وہ تین نسبتیں یہ ہیں:

(۱) جذبۂ صدیقیہ (۲) جذبۂ نقشبندیہ (۳) جذبۂ احراریہ

مذکورہ تینوں نسبتوں میں ذکر و فکر پچھلے عنوان کے تحت بیان کئے گئے طریقے کے مطابق کیا جائے، البتہ جذبۂ صدیقیہ میں فکر اسطرح ہوتی ہے کہ وہ نورِ الٰہی جو تمام اشیاء کے قیام کا ذریعہ ہے یعنی اُن کا قیّوم ہے خانۂ جذبہ کے اندر اُس نور کا تصور کرنا ہوتا ہے اور اُسے محسوس کرنا ہوتا ہے، اس دوران روح کی پھیلی ہوئی فضا میں جہاں اپنا آپ ادراک میں آتا ہے وہاں سے اسمِ ذات کا ذکر مذکورہ ارادے اور احساس کے ساتھ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ فنائیت مکمل ہو جائے، قیّوم ذات کے تصور میں روح وسیع ہو کر فنا ہو جائے۔

جذبۂ نقشبندیہ میں خانۂ جذبہ کے اندر ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے موجود ہونے کا اثبات کرنا ہوتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ روح کے روئیں روئیں سے اسمِ ذات کا ذکر یا فکر ہونے کو محسوس کیا جائے، اور اِس ذکر کے ذریعے ایک ذات باری تعالیٰ کا اثبات کیا جائے۔ جب روح میں وسعت اور پھیلاؤ ہو جائے تو روح کے اندر پھیلی ہوئی فضا کے اندر اپنی ساری معلومات کو ڈوبا ہوا محسوس کیا جائے یہاں تک کہ روح کی لطافت کے اندر سالک اور اس کی ساری معلومات جذب ہو جایں اور ایک ذات کا اثبات احساس و مشاہدے میں آجائے۔

جذبۂ احراریہ میں جذبۂ نقشبندیہ کی طرح ذکر و فکر ہے لیکن اِس میں ایک ذات کا اثبات کرنے کے ساتھ غیر کی نفی کا تصوّر بھی کرنا ہوتا ہے۔ یعنی ایک اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ یہاں تک کہ روح مذکورہ تصوّر کے ساتھ وسیع ہو جائے۔

اگر جذبہ کی کسی بھی نسبت کا تفصیلی مراقبہ شروع ہو جائے تو سارا عالَمِ خلق و عالَمِ امر لطائف کی ترتیب کے ساتھ روح کی وسعت میں فنا ہو جاتا ہے، ورنہ خانۂ جذبہ پھیلنے کے بعد سکڑ جاتا ہے اور چاند کی ٹکیہ کی طرح روشن ہو کر سالک کے باطن میں نمایاں ہو جاتا

ہے، اس کے بعد بقیہ لطائف وغیرہ کا ذکر و مراقبہ شروع ہو جاتا ہے۔

نوٹ: یہاں روح سے مراد لطیفۂ روح نہیں ہے بلکہ وہ روح ہے جس کے ساتھ جسم قائم ہے۔ خانۂ جذبہ اور اِس کے ذکر کی مزید وضاحت پیچھے عنوان ''خانۂ جذبہ کی وضاحت'' میں دیکھ لی جائے۔

نسبتِ نقشبندیہ اور نسبتِ احراریہ کے لحاظ سے جذبہ اور سلوک کے مراحل تفصیل کے ساتھ تحریر کر کے طریقت کے دوستوں کو دیئے گئے تھے، اب اسی تحریر کو معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اس رسالہ کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الامی الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

«نسبت جذبہ کے اعتبار سے ذکر و توجّہ الی اللہ کے مراحل کا بیان»

ذکر کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ اور دھیان قائم رکھنے کا جو اہتمام کیا جاتا ہے، اِسے مراقبہ کہتے ہیں۔

اِس توجہ اور دھیان کے ہر عبادت کے اعتبار سے بہت سے درجے ہوتے ہیں، اگر اِن درجات کے لحاظ سے عبادت کی جائے تو اُس میں یکسوئی اور دھیان قائم رکھنا آسان بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے احساس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اپنی دینی اصلاح میں فائدہ بھی بہت ہوتا ہے۔

پھر ہر عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو توجّہ اور دھیان مستقل طور پر حاصل ہوتا ہے اُسے نسبت کہا جاتا ہے، چونکہ ہر عبادت میں توجّہ اور دھیان کی کیفیت اور نوعیّت بھی الگ الگ ہوتی ہے اس لئے اُس کا الگ سے نام رکھا جاتا ہے جیسے نسبت تقویٰ، نسبت نماز، نسبت تلاوت وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو تجربہ اور مشاہدے سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ

اور دھیان حاصل کرنے کی سب سے آسان اور جلد حاصل ہونے والی نسبت، نسبتِ جذبہ ہے بشرطیکہ یہ بیعت کے ذریعے کسی ایسے بندے سے حاصل کی جائے جو اِس نسبت کے لحاظ سے توجّہ الی اللہ کے ضروری مرحلے مکمل کر چکا ہو۔ چونکہ صحیح عقائد اور تقوی کے بغیر یہ نسبت مکمّل نہیں ہوسکتی اس لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس سے بیعت ہوا جائے اُس کے عقائد اہلِ سنّت والجماعت کے مطابق ہوں، اور وہ ظاہر و باطن میں کامل تقوی والا بھی ہو۔ یہی وہ نسبت ہے جس کے بارے میں خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق قریب ترین طریقہ ہے، اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالا ہے۔

اِس نسبت میں درجہ بدرجہ اضافہ اور ترقی کے لحاظ سے توجّہ الی اللہ کے مرحلے ترتیب وار جو واضح کئے گئے ہیں آگے بیان کئے جا رہے ہیں:

لطیفۂ قلب

پہلا مرحلہ: بائیں چھاتی سے تقریباً دو انگلی نیچے دل کا مقام ہے اِسے لطیفۂ قلب کہا جاتا ہے۔

اِس کے ذکر و مراقبے کا طریقہ یہ ہے:

(۱) آنکھیں بند کر کے اس طرح خیال کیا جائے کہ دل کے اوپر نور کی صورت میں اللہ تعالی کا بابرکت نام "اللہ" لکھا ہوا ہے۔

(۲) پھر زبان ہلائے بغیر خیال سے دل کی زبان کے ساتھ اُس کے ذریعے اللہ تعالی کو پکارا جائے یہاں تک کہ وہ نور کی صورت میں آہستہ آہستہ پھیلنے لگے گا اور اسقدر پھیلے گا گویا کہ ذکر کرنے والا خود کو بھی خیال کے اعتبار سے اُسی نور کے اندر دیکھے گا۔ نور اگر نظر نہ آئے تو محسوس ضرور ہوگا۔

(۳) پھر دل میں لفظِ ''اللہ'' کے پھیلے ہوئے نور کو اسطرح تصوّر کرے کہ وہ نور اپنے

احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ وہ مزید پھیلتا جائے گا اور اُس ذاکر کا اپنا وجود ختم ہوجائے گا اور وہ نور اسقدر پھیل جائے گا کہ خیال کی ساری فضاء خیال اور تصوّر میں اُس نور کے احاطے میں آجائے گی اور پھر آہستہ آہستہ سب کچھ ختم ہوجائے گا۔ اِس حالت کو فناء قلب کہا جاتا ہے۔

(۴) اس کے بعد آہستہ آہستہ صرف دل کا نور اسطرح پھیلا ہوا محسوس ہوگا جیسے وہ خود بھی اور خیال کی ساری فضا بھی اُس نور کے اندر آکر ختم ہوکر اُس نور کا حصہ بن گئی ہے۔ اِس حالت کو بقائے قلب کہتے ہیں۔ اس پورے مرحلے میں خیال اور تصوّر کے اُس نور کو ذکرِ اسمِ ذات ''اللہ'' میں مصروف اور محو خیال کیا جائے۔ جب بقائے قلب والی مذکورہ حالت ہوجائے تو اپنے شیخ کو کیفیت بتادی جائے۔ تاکہ وہ بھی غور کرکے آگے رہنمائی کرے۔

لطیفۂ روح

دوسرا مرحلہ: دائیں چھاتی سے تقریباً دو انگلی نیچے لطیفۂ روح کا مقام ہے۔ اس کے ذکر کا طریقہ یہ ہے (۱) کہ آنکھیں بند کرکے لطیفۂ روح کے اوپر ''اللہ'' نور کے ساتھ لکھا ہوا خیال کی نگاہ سے دیکھا جائے (۲) پھر زبان ہلائے بغیر لطیفۂ روح کی زبان سے اُس لفظ ''اللہ'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔ اس کے بعد اِس لطیفے کے ذریعے ذکر کا سارا طریقہ وہی ہے جو پیچھے لطیفۂ قلب کا بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اِس لطیفے کا نور بھی اسطرح پھیل جائے گا کہ وہ خود بھی اور خیال کی ساری فضا بھی ختم ہوکر اس لطیفے کے نور کا حصہ بن جائے گی۔ جب یہ حالت ہوجائے تو اپنے شیخ کو اطلاع دیدی جائے۔

لطیفۂ سرّ

تیسرا مرحلہ: سینے کے درمیان والے حصہ سے کچھ اوپر بائیں جانب لطیفۂ سرّ کا مقام ہے۔ اس لطیفے کے اوپر پہلے مرحلوں کی طرح اسمِ ذات ''اللہ'' نور سے لکھا ہوا تصوّر کریں، اور

حسبِ سابق اسی طرح خیال کریں کہ وہ لطیفہ اُس اسمِ ذات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہے، خود سے پکارنے کے بجائے اُس کی اس پکار کو محسوس کریں اور اُسی طریقے سے ذکر کریں جیسا کہ پہلے مرحلے میں بیان کیا گیا ہے۔ جب خیال میں تا حدِّ نگاہ یہ لطیفہ ہر طرف پھیل جائے تو شیخ کو اطلاع دیدی جائے۔

لطیفۂ خفیؔ

چوتھا مرحلہ: دونوں ہونٹوں کے ملانے کے بعد اُن کے درمیان لطیفۂ خفی کا مقام ہے۔ اس میں بھی اسمِ ذات "اللہ" کا تصوّر کر کے پہلے مرحلوں کی طرح ذکر کیا جائے۔ جب یہ بھی پہلے کی طرح پھیل جائے تو شیخ کو اطلاع دیدی جائے۔

لطیفۂ اخفیٰ

پانچواں مرحلہ: پیشانی کے درمیان لطیفۂ اخفیٰ کا مقام ہے اِس مرحلے میں بھی ''اللہ'' کے تصوّر سے پہلے مرحلوں کی طرح ذکر کیا جائے۔

فائدہ: اگر چہ مذکورہ پانچ لطیفوں کے مقامات انسان کے وجود میں ہیں لیکن یہ لطیفے انسان کے وجود تک کئی مرحلوں سے ہوتے ہوئے آئے ہیں، یہ لطیفے جس حد تک ذکر سے صاف اور نورانی ہوتے جاتے ہیں تو یہ اپنے مرکز اور اصل کی طرف پرواز کرتے جاتے ہیں۔ اِن لطیفوں کا آخری مرکز انسان ہے اِسے عالمِ صغیر (چھوٹا جہان) کہتے ہیں اوپر کی طرف اِس کی اصل ہے اُسے عالمِ کبیر (بڑا جہان) کہتے ہیں عالمِ کبیر کے اندر زمین و آسمان اور ساری کائنات داخل ہے۔ پھر اس عالمِ کبیر سے اوپر اِس کے اصل ہے اُسے ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔

عالمِ کبیر

چھٹا مرحلہ: مذکورہ پانچ لطائف سے اوپر اِن کی اصل عالمِ کبیر میں ہے۔

اِس مرحلے میں ذکر و مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ (۱) اس طرح تصوّر کرے کہ عالمِ کبیر (چاند یا ستارے کی طرح) اوپر کی طرف ہے۔ اسمِ ذات ''اللہ'' اس کے اوپر نقش ہے اور (۲) اُس

کے تصوّر سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کرتا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عالمِ کبیر سے نیچے ذکر کرنے والے کے عالمِ صغیر یعنی پورے وجود پر آجائے یہاں تک کہ جب اسطرح محسوس ہونے لگے کہ رحمت اِس کے اوپر آرہی ہے تو اس رحمت کو اپنے اوپر لیتا رہے خواہ یہ رحمت روشنی کی طرح محسوس ہو یا پانی کی طرح یا صرف احساس ہو۔ (۳) اسی طرح رحمت الٰہی لینے کو محسوس کرتا رہے یہاں تک کہ اس طرح خیال ہونے لگ جائے جیسے عالمِ کبیر اوپر سے پھیلتا جا رہا ہے اور آہستہ آہستہ ذکر کرنے والے کا خیال یا پورا وجود عالم کبیر کے اوپر آتا جا رہا ہے، اس کے بعد یوں تصوّر ہونے لگ جائے گا کہ عالمِ کبیر نور کی طرح اُس کے خیال کی نیچے والی ساری زمین اور فضاء پر چھا گیا ہے اور یہ خود اُس کے اوپر ہے۔ (۴) پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رحمت کی التجا والی کیفیت کے ساتھ عالمِ کبیر کو اپنے خیال کی اوپر والی فضا پر بھی چھایا ہوا محسوس کرے یہاں تک کہ اوپر نیچے ہر طرف عالمِ کبیر نور کی طرح اس طرح پھیل جائے کہ نہ خیال اور تصوّر میں اپنا وجود رہے نہ زمین اور نہ آسمان۔

جب یہ کیفیت ہو جائے تو شیخ کو اطلاع دیدی جائے۔

وِلایتِ صُغریٰ

ساتواں مرحلہ: عالمِ کبیر سے اوپر اُس کی اصل ہے اِسے ولایتِ صُغریٰ کہا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں ذکر و مراقبہ کی وہی ترتیب ہے جو چھٹے مرحلے (عالمِ کبیر) میں بیان کی گئی ہے اُس کے مطابق اس میں بھی ذکر و مراقبہ کیا جائے۔

لطیفۂ نفس

آٹھواں مرحلہ: اکثر لوگوں کے سر کی چوٹی پر پیچھے کی طرف سے لطیفۂ نفس کا مقام ہے۔ بعض لوگوں میں اِس لطیفے کا مقام ناف کے نیچے ہوتا ہے اس مرحلے میں ذکر و مراقبے کا طریقہ وہی ہے جو پہلے مرحلے کا تھا یعنی (۱) لطیفۂ نفس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا بابرکت نام "اللہ" لکھا ہوا تصوّر سے خیال کیا جائے، (۲) پھر یہ تصوّر کیا جائے کہ اُس تصوُّر والے بابرکت نام سے اللہ تعالیٰ کا

ذکر کر رہا ہوں یہاں تک کہ وہ بھی نور کی طرح پھیلنے لگ جائے۔ (۳) پھر اُسی پھیلاؤ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ محسوس کیا جائے یہاں تک کہ اپنا وجود اور ساری فضاء اُس پھیلاؤ میں آ کر ختم ہو جائے اور نور کی طرح پھیلاؤ ہو جائے۔

(۴) اِس کے بعد لطیفۂ نفس پر عالمِ کبیر سے رحمت اور فیض الٰہی کی اسی طرح التجاء کی جائے جیسا کہ چھٹے مرحلے میں بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ لطیفۂ نفس اور سارا وجود تصوّر میں عالمِ کبیر کے احاطے میں آ کر فنا ہو جائے اور پھر آہستہ آہستہ اُس کی جگہ نور کی طرح فضاء ہر طرف پھیل جائے۔

(۵) اس کے بعد لطیفۂ نفس پر ولایتِ صُغریٰ سے نور کی طرح رحمت اور فیض الٰہی کی التجاء کی جائے یہاں تک کہ وہی بات حاصل ہو جائے جو ابھی عالمِ کبیر سے رحمت کی بیان کی گئی ہے، اور پھر ساری زمین اور عرش سمیت تمام آسمان اِس مقام کے انوار میں آ کر فنا ہو جائیں۔

فائدہ: مذکورہ مرحلے مکمل ہونے کی واضح اور اہم علامت یہ ہے کہ کبیرہ گناہ (جیسے جھوٹ، غیبت چاہے صراحتاً ہو یا اشارۃً یا گول مول چالاکی والے طریقے سے ہو، یا جیسے زنا اور خیانت وغیرہ کے بڑے گناہ) کا ارادہ بھی دل سے ختم ہو جاتا ہے، اگرچہ پہلے سے کئے ہوئے ارادے اور اصرار کے بغیر یہ گناہ اولیاء سے بھی ہو سکتے ہیں لیکن مذکورہ مرحلوں کی بعد اِن گناہوں کا قصد وارادہ و اصرار ختم ہو جاتا ہے اگر پھر بھی گناہ ہو جائے تو توبہ و ذکر سے ازالہ کر کے اصرار نہیں ہوتا اگر کسی بھی گناہ کی طلب اور ارادہ دل سے ختم نہیں ہوا تو اِس کا واضح اور یقینی مطلب یہی ہے کہ ابھی تک کم از کم ولایتِ صُغریٰ کا مرحلہ مکمل نہیں ہوا، کشف اور خیال غلط ہو سکتا ہے لیکن مذکورہ اصول غلط نہیں ہو سکتا (نص قرآنی سوۃ رال عمران کی آیت ۱۳۳ تا ۱۳۵ اور بزرگوں کی تصریحات وغیرہ اِس بات پر شاہد ہیں)

خانۂ جذبہ کی وضاحت

فائدہ: ذکر کے مذکورہ مرحلوں کے بعد یا اس سے پہلے (جذب وسلوک کی استعداد کے فرق سے) دونوں چھاتیوں کے درمیان سینے کے شروع والے حصّہ میں تقریباً دو انگلی اوپر مراقبہ کا

ایک روشن مقام نور کے چھوٹے سے کمرے کی طرح ظاہر ہوتا ہے اِسے خانۂ جذبہ کہا جاتا ہے ۔(پھر اِس کے دو حصے ہیں جن کا بیان آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ)

سلسلۂ نقشبندیہ کا اصل امتیاز اور خصوصیت باقی سلاسل کے مقابلے میں اِسی شاہراہ کے ذریعے مقصود تک رسائی ہے۔ چونکہ بعض لوگوں میں یہ مقام بعض یا تمام لطائف کے اجراء کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور بعض میں عالمِ کبیر کی سیر کے بعد، اور بعض میں ولایتِ صُغریٰ کے بعد اس لئے یہاں اِسے مذکورہ تمام مرحلوں کے بعد رکھا گیا ہے تاکہ سب کے اعتبار سے یہ مرحلہ درست طریقے سے طے ہو سکے۔

نواں مرحلہ: اس مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزی وانکساری کی کیفیت کے ساتھ متوجّہ ہوتے ہوئے خانۂ جذبہ کے اندر خود کو تصوّر کیا جاتا ہے (جسطرح کوئی شیشے کے کمرے کے اندر ہو) اس مرحلے میں خانۂ جذبہ کے اندر ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات خود بخود محسوس ہوتا ہے، اس کو زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے سے ایک ذات کے ہونے کا دھیان پھیلتا جاتا ہے۔

جب تصوّر کی نگاہ میں مکمل پھیلاؤ کے بعد خانۂ جذبہ نور کی گول ٹکیہ کی صورت میں اسطرح گول ہو کر سامنے آجائے (جسطرح سورج یا گیند فضا میں ہوتی ہے) تو اس کے بعد سالک کا باطن جذبہ کی گول ٹکیہ کے پیچھے اور نیچے سے اسطرح سامنے آتا جائے گا جیسے خانۂ جذبہ سالک کے باطن کے اندر ڈوبتا جا رہا ہے یہاں تک کہ ہر طرف سالک کو صرف اپنے باطن کا پھیلاؤ نظر آئے گا، جب باطن اسطرح پھیلاؤ کے ساتھ نگاہ میں آئے تو یہاں سے آگے ذکر و مراقبے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں، پہلا طریقہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اصطلاحات اور شاہراہ کے لحاظ سے ہے، لہٰذا اس کے مطابق مذکورہ نوریں مرحلے کے بعد سفر در وطن کا مرحلہ شروع ہوگا، پھر اس کے بعد خلوت در انجمن اور اس کے بعد والے مرحلے شروع ہو جایں گے، جن کا بیان پیچھے تفصیل سے گزر چکا۔ دوسرا طریقہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اصطلاحات اور اُن کی نسبت سے مناسبت رکھتا ہے، اِس طریقے کے مطابق اگلے مرحلے یہ ہوں گے:

فائدہ: ولایتِ صُغریٰ سے اوپر اِس کی اصل ہے اِسے ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں اور ولایتِ کبریٰ کے تین مرحلے ہیں (۱) ولایتِ کبریٰ کا پہلا دائرہ، یہ ولایتِ صُغریٰ کی اصل ہے (۲) ولایتِ کبریٰ کا دوسرا دائرہ (یہ پہلے دائرے کی اصل ہے) (۳) ولایتِ کبریٰ کا تیسرا دائرہ (یہ دوسرے دائرے کی اصل ہے)

ولایتِ کبریٰ دائرۂ اُولیٰ

دسواں مرحلہ: پہلے کی طرح ساری فضاء کواللہ تعالیٰ کی طرف ذکرِ اسمِ ذات سے متوجّہ خیال کر کے ولایتِ کبریٰ کے پہلے دائرے سے اپنے اوپر فیض کی التجاء کی جائے یہاں تک کہ پچھلے مرحلے کی طرح خود کو اور پھر ساری کائنات کو اس کے اوپر محسوس کرے اور پھر اپنے نفس پر بھی اسی طرح اس مقام سے فیض کی التجاء کرے، یہاں تک کہ وہ بھی اس کے اندر آجائے، اور پھیل کر فنا ہو جائے اور پھر صرف نور کی طرح پھیلی ہوئی روشن فضا رہ جائے۔

ولایتِ کبریٰ دائرۂ ثانیہ

گیارہواں مرحلہ: ولایتِ کبریٰ کے دوسرے دائرے سے اپنے اوپر فیض کی التجاء کی جائے جب یہ عروج کر کے اس میں فنا ہو جائے تب خیال کی ساری فضا اور نفس پر فیض کی التجاء کرے یہاں تک کہ پچھلے مرحلے کی طرح یہ مکمل ہو جائے اور پہلا دائرہ بھی اس دائرے کے احاطہ میں آ کر فناء ہو جائے۔

ولایتِ کبریٰ دائرۂ ثالثہ

بارہواں مرحلہ: ولایتِ کبریٰ کے تیسرے دائرے سے خود پر پھر نفس پر پچھلے دائرے کی طرح فیض کی التجاء کی جائے۔ اور اُسی طرح اسے بھی مکمل کیا جائے۔

تیرہواں مرحلہ، قوس: مذکورہ مرحلے مکمل کرنے کے بعد اوپر کی طرف کمان کی شکل میں روشن مقام ظاہر ہوتا ہے، اسے قوس کہتے ہیں۔ اِس سے فیض کی التجاء کر کے اسے بھی پہلے کی طرح مکمل کر لیا جائے۔

فائدہ: اب تک مراقبہ کرتے ہوئے باطنی نگاہ اسطرح ہوتی تھی جیسے اپنے وجود کے باہر والے حصّہ کی طرف نگاہ ہو۔ اس لئے مذکورہ مرحلوں کی سیر کو اسمِ الظاہر کی سیر کہا جاتا ہے۔ اگلے مرحلے کی سیر اسمِ الباطن کی سیر کہلاتی ہے۔

ولایتِ عُلیا

چودھواں مرحلہ: اپنے خیال کی فضا کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْبَاطِن کے فیض کا اسطرح خیال ہوتا ہے کہ جیسے اپنا وجود اور اپنے خیال کی ساری فضاء جو پچھلے مرحلوں کے بعد نگاہ کے سامنے ہوگی اس کے اندر الباطن کا نور ہوگا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوتا جائے گا کہ خود بھی اور باہر والی ساری فضا بھی در حقیقت اُس اندر والے نور ''الباطن'' کے اندر ہے۔ یہ اِیسی بات ہے جو محض عقل سے نہیں سمجھی جاسکتی لیکن مذکورہ مرحلے میں ادراک کے ذریعے اسی طرح سمجھ آتی ہے جیسا کہ بیان کی گئی۔ پھر جب اپنا وجود اور خیال کی ساری فضا کے اندر ''الباطن'' کا نور اسطرح محسوس ہو کہ جیسے سب کچھ در حقیقت اِس کے اندر ہے اور حقیقت میں یہی نور پھیلا ہوا ہے تب اِن تین لطائف (۱) آگ (۲) ہوا (۳) پانی کے اندر ترتیب وار الباطن کا نور تصوّر میں لائے اور ساتھ ساتھ اِن کو الباطن کے نور کے اندر بھی خیال کرتا جائے یہاں تک یہ لطائف اس میں پھیل جایں، جیسے پچھلے لطائف پھیلے تھے۔

پہلے ایک لطیفے آگ کا مراقبہ مکمل کیا جائے، پھر لطیفہٗ ہوا اور پھر لطیفہٗ پانی۔ یہ تینوں لطائف بھی انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ چوتھا لطیفہٗ خاک (مٹی) بھی ہوتا ہے، اگلے مرحلے میں ابتداء اسی پر فیض آتا ہے۔

حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات

پندرھواں مرحلہ: اوپر کی طرف حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنے اوپر فیض کی التجاء کرے، اور ساری فضا کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ محسوس کرتا جائے، یہاں تک کہ اپنا وجود اس کے اندر (پچھلے مرحلوں کی طرح) آجائے اور پھر اُس سے لطیفہٗ خاک پر اور پھر اپنے نفس پر فیض

کی التجاء کرے، یہاں تک کہ وہ بھی اُس میں آجائے اور پھر ساری کائنات زمین سمیت اس میں آجائے پھر اس طرح اس میں فنا ہوجائے کہ باطن کی نگاہ میں اپنے سمیت ساری کائنات کو اور پچھلے تمام مرحلوں کو اس کے اندر تصوّر کرتے ہوئے صرف حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر کا حصّے تا حدّ نگاہ بالکل برابر پھیلا ہوا خیال و تصوّر میں آجائے کہ اپنا وجود اور ساری کائنات پھیل کر فنا ہونے کے بعد اسی کے اندر اُس کا حصّہ محسوس ہونے لگے۔

فائدہ: نسبتِ احراریہ کے لحاظ سے ولایتِ صغریٰ اور کبریٰ وغیرہ کے تمام مرحلے خانۂ جذبہ کے اندر طے ہوتے ہیں، اس نسبت کے مطابق سبق والے ہر مرحلے کو خانۂ جذبہ کے اندر تصوّر کر کے ذکر و مراقبہ کیا جاتا ہے، مذکورہ پندرہ مرحلے نسبتِ احراریہ کے مطابق خانۂ جذبہ کے ایک حصّہ اور نقطہ میں ہوئے ہیں اِسے جذبۂ فوقانی یا نقطۂ فوقانی کہا جاتا ہے اِس کا تعلق عالمِ امر سے ہے، خانۂ جذبہ کا ایک حصّہ پہلے والے حصّہ کے نیچے ہوتا ہے اسے جذبۂ تحتانی کہتے ہیں یہ پہلے والے حصّے کے برخلاف تاریک ہوتا ہے۔ جب مذکورہ مرحلہ مکمل ہوجائے تو تحتانی جذبہ سامنے آجاتا ہے۔ عروج کے مرحلے مکمل ہوجاتے ہیں اور نزول کے مرحلے شروع ہوجاتے ہیں، جسطرح عروج فوقانی یعنی اوپر والے خانۂ جذبہ میں ہُوا، اب نزول تحتانی یعنی نیچے والے خانۂ جذبہ میں ہوگا۔

تحتانی خانۂ جذبہ

سولہواں مرحلہ: پچھلے مرحلے کے مطابق جب حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر اپنا پورا باطن روشنی کی طرح پھیلا ہوا ہو تو اِس پھیلاؤ میں سینے کے درمیان خانۂ جذبہ کا دوسرا نچلا حصّہ سیاہ نقطہ کی شکل میں سامنے آتا ہے، اِس کے اندر درج ذیل ترتیب سے نزول ہوتا ہے:

(۱) لطیفۂ قلب کو ستارہ کی طرح اس سیاہ نقطے کے اندر دیکھا جائے جب وہ اچھی طرح اس کے اندر آجائے تب اُس لطیفۂ قلب کے اندر اس سیاہ نقطے کو دیکھا جائے یہاں تک کہ لطیفۂ قلب سیاہ نقطے کے اندر داخل ہو کر پورے دائرۂ ممکنات (یعنی زمین و آسمان) میں روشنی کی طرح پھیلا ہوا معلوم ہوگا گویا کہ سیاہ نقطہ دائرۂ ممکنات کے لئے روشن دان کی حیثیت رکھے گا جس سے

ہو کر لطیفۂ قلب دائرۂ ممکنات میں نزول کر کے پھیل جائے گا۔

(۲) تا (۶) پھر مذکورہ قلب والے طریقے کے مطابق ترتیب وار لطیفۂ روح، سرّ، خفی، اخفی اور نفس، الگ الگ حقیقت محمدی کے احاطہ میں سیاہ نقطہ یعنی تحتانی خانۂ جذبہ کے اندر توجّہ الی اللہ کے ساتھ تصوّر کئے جایں گے پھر ہر ایک کے نور کے اندر پورے تحتانی خانۂ جذبہ کو دیکھا جائے گا جس سے ہر ایک دائرۂ ممکنات میں سورج کی روشنی کی طرح پھیلتا جائے گا۔

(۷)(۸)(۹) اس کے بعد آگ، ہوا، پانی اور مٹی چاروں لطیفے بھی ترتیب وار تحتانی خانۂ جذبہ سے دائرۂ ممکنات میں پھیلیں گے۔

یہاں تک خانۂ جذبہ کے تمام مراحل مکمل ہوجاتے ہیں اس کے بعد اِسی دائرۂ حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھیلاؤ کے احاطہ میں (تحتانی خانۂ جذبہ کے ذریعے دائرۂ ممکنات میں لطائف کے نزول کے بعد) پوری زمین تا حدِّ نگاہ نیچے کی طرف پھیلی ہوئی ادراک میں آتی ہے یہاں سے سلوک نقشبندیہ شروع ہوتا ہے۔

سترہواں مرحلہ: مراحلِ سلوکِ نقشبندیہ: جب دائرۂ حقیقتِ محمدی کے احاطہ کے درمیان ساری زمین تاریک شکل میں ادراک میں آئے [۳] یہ تاریک زمین درحقیقت سالک کے نفس اور عالمِ خلق کے دیگر لطائف کا مجموعہ ہوتی ہے... تب یہاں سے سلوک کے مراحل شروع ہوجاتے ہیں یہ کل دس مراحل ہیں جن کو سلسلۂ نقشبندیہ کی اصل ترتیب کے مطابق جذبہ کی نسبت کے ذریعے انتہا میں طے کیا جاتا ہے جبکہ باقی سلاسل کی اصل ترتیب کے مطابق مجاہدوں کے ذریعے اِن کو ابتداء طے کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کے جذبہ کے مذکورہ مرحلے مکمل ہونے سے پہلے کسی بھی مرحلے کے بعد سلوک شروع ہوجاتا ہے پھر کچھ سلوک ہونے کے بعد یا سارا سلوک مکمل ہونے کے بعد دوبارہ جذبہ کے بقیہ مرحلے طے ہوتے ہیں۔

فائدہ: آگے آنے والے سلوک کے یہ مراحل بعض نقشبندیہ نسبتوں میں جذبہ کے ضمن میں طے ہوجاتا ہے، اور بعض نسبتوں میں مستقلاً طے ہوتے ہیں، اگر یہ مستقل طور پر طے ہوں تو اِن کی ترتیب و مراقبہ کا طریقہ عموماً یہ ہوتا ہے:

سلوک کا پہلا مرحلہ، توبہ:

اِس کے مراقبے کے چار سبق ہیں:

(۱) حقیقتِ محمدی کے احاطہ میں پھیلے ہوئے اپنے باطن میں نیچے کی طرف بالکل بیچ میں خود کو اس طرح خیال کرے کہ جیسے کلمہ ''لَآ اِلٰہ اِلاّ اللّٰہ'' کا نور (یعنی لطیفۂ قلب) باطن کے اندر پڑا ہو، اور پھر اُس کے اوپر اِس کلمہ کے ''لا'' کو اِسی شکل کے مطابق نور کے ساتھ لکھا ہوا خیال کرے اور یہ تصوُّر کرے کہ جیسے کلمہ کے باقی الفاظ بھی اِسی ''لا'' کے نور کے بعد ظاہر ہوتے جائیں گے۔

مذکورہ تصوُّر کرنے کے بعد اِسی مقام سے لا الہ الا اللہ کے ادا ہونے کو محسوس کرنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ یہ کلمہ نور کی شکل میں درمیان والی جگہ سے باطن کی تاریک زمین کو چیرتا ہوا کنارے میں موجود نور کے سمندر سے ملجائے اور پھر آہستہ آہستہ ساری زمین کو احاطہ میں لے لے، اس دوران یہ کلمہ انسان کے وجود کے اندر سے مشاہدے میں آنے والی باطن کی زمین کے وسط میں نور کے درخت کی طرح بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ باطن کی ساری زمین اُس کے نور میں ڈوب کر فنا محسوس ہوتی ہے۔

جب اسطرح تصوُّر سے کلمہ کا دھیان اور ورد کرتے ہوئے یہ مرحلہ مکمل ہوجائے تو دوبارہ نیچے کی طرف باطن تاریک زمین کی شکل میں سامنے آتا جاتا ہے۔ (۲) اس طرح باطن کی زمین دوبارہ سامنے آجائے تب اسی تصُّوراتی زمین میں اپنے عالمِ امر کے لطائف میں سے ہر لطیفے کا الگ الگ مراقبہ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ بھی اس میں پھیل جائے۔ (۳) اس کے بعد سلوک کی اس پوری زمین پر اُس کے کنارے سے دائرۂ عالمِ کبیر سے فیض کی التجاء کی جائے یہاں تک کہ وہ ساری فضاء عالمِ کبیر کے فیض میں اسطرح ڈوب جائے جیسے سمندر میں کوئی چیز ڈوب جاتی ہے۔ (۴) پھر جب دوبارہ زمین کے اندر وسط میں تاریکی ظاہر ہو تب اُس فضا کے زمینی کنارے کے اوپر دائرۂ ولایتِ صُغریٰ سے فیض کی التجاء کی جائے۔ جب اس کے فیض میں یہ سارا باطن اور فضاء ڈوب جائے تب اگلا مرحلہ شروع ہوگا۔

اور آگے آنے والے سلوک کے ہر مرحلے کے اسی طرح چار سبق ہوں گے۔

سلوک کا دوسرا مرحلہ، زُہد: پہلے مرحلے کی طرح یہ مرحلہ بھی مکمل ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد والے بقیہ مراحل طے ہونے کی صورت بھی تقریباً اُسی طرح ہوتی ہے جو پہلے مرحلے کی بیان کی گئی ہے، سلوک کے بقیہ آٹھ مراحل جو ترتیب وار طے ہوتے ہیں یہ ہیں: (۳) توکل (۴) قناعت (۵) عُزلت (یعنی باطن کا اللہ تعالی کی اطاعت کے لئے نفسانی خواہشات کی پیروی سے کنارہ کش ہوجانا) (۶) ہمیشگی ذکر (۷) توجُہ اِلی اللہ (۸) صبر (۹) رحمتِ الٰہی کی طلب و اشتیاق اِسے ''مراقبہ'' کہتے ہیں (۱۰) رضا۔

فائدہ: یہ مراحلِ سلوک درحقیقت اس وقت طے ہوتے ہیں جب اپنے ظاہر کو استقامت کے ساتھ مذکورہ آٹھ مقامات کی شرعی تعلیمات پر قائم رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔

اٹھارہواں مرحلہ: جب سلوک کے اعتبار سے سارا باطن فنا ہوکر پھیل جائے، تب اس سارے باطن پر دائرۂ ولایتِ صُغریٰ کے کنارے سے یہ تصوُّر اور التجاء کی جائے کہ دائرۂ ولایتِ کبریٰ سے فیض سارے سلوک والے مرحلے پر آجائے یہاں تک کہ یہ سب پہلے کی طرح اس میں فنا ہوجائے۔

انیسواں مرحلہ: سلوک والے سارے باطن پر حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیض کی التجاء کی جائے یہاں تک کہ یہ سب اس میں فنا ہوکر پھیل جائے۔

بیسواں مرحلہ: اس مرحلے میں حقیقتِ محمدی کے اندر فنا ہوکر فضا میں پھیلے ہوئے اپنے باطن پر حقیقتِ احمدی سے فیض کی التجاء کی جائے یہاں تک کہ سارا باطن سلوک والا بھی اور جذبہ والا بھی یعنی عالمِ خلق و عالمِ امر دونوں اور پھر حقیقتِ محمدی عروج کر کے حقیقت احمدی کے احاطہ میں آکر فناء ہوجائے۔ اس کے بعد جب سارا باطن اور عالمِ امر و خلق روشن ہوکر دوبارہ حقیقتِ احمدی کے احاطے میں ظاہر ہوں، تو یہ وہ مرحلہ ہوگا جہاں سلوک و جذبہ کے تمام مرحلے پورے ہوجاتے ہیں۔ اِس کے بعد دیگر عبادات جیسے نماز و تلاوت وغیرہ اور ذکر و مراقبہ بے چون و بے چگون ذات کے دھیان سے ادا کیا جائے، یہاں تک کہ انوار، دائرے اور مقامات سب کا لحاظ

نگاہ میں ختم ہوجائے اور وصل عریانی کی دولت نصیب ہوجائے۔ جس میں بیک وقت وصل کی حضوری بھی ہوتی ہے اور مقصود تک نہ پہنچنے اور ذاتِ بے چگون کے ادراک سے عاجزی اور محرومی کی کیفیت بھی ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ضروری تنبیہ

فائدہ: مذکورہ تمام مرحلوں میں ادراک کے لحاظ سے دو غلط فہمیاں عام طور پر پائی جاتی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ جب کسی مرحلے کا ارادہ کرتے ہوئے ہر طرف فیض اور رحمت چھا جاتی ہے اور وہ مراقبے والا لطیفہ ادراک میں غائب ہوجاتا ہے تو ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ مرحلہ ہوگیا ہے لیکن حقیقت میں وہ مرحلہ طے نہیں ہوا ہوتا، کیونکہ لطیفہ انوار کے غلبے میں چھپ گیا ہوتا ہے فنا ہوکر پھیلا نہیں ہوتا، اس لئے مذکورہ تمام مراحل میں یہ ادراک بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ اُس مرحلے میں توجہ والا لطیفہ اور آٹھویں مرحلے کے بعد پورا باطن تصوّر کی فضا میں پھیل کر فنا ہوگیا ہو اور پھر روشنی کی طرح پھیلا ہوا معلوم ہو تب اگلا مرحلہ شروع کرنا درست ہے لیکن اگر وہ لطیفہ یا باطن انوار کے غلبہ سے چھپ گیا ہو یا معدوم ہوگیا ہو اس کا مطلب یہی ہے کہ ابھی تک پچھلا مرحلہ ادھورا ہے۔

(۲) دوسری غلط فہمی جو بہت عام ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ نیچے والے ہر مرحلے اور مقام میں اوپر والے مقامات کا ظلّ اور مثال موجود ہوتی ہے۔" ہوتا یہ ہے کہ جب ذاکر یا اُس کا شیخ (اگر صاحب کشف ہو) محض نور یا فیض پھیلنے سے یہ سمجھتا ہے کہ یہ مرحلہ پورا ہوگیا ہے تو وہ اگلا سبق شروع کردیتا ہے، چونکہ لطیفوں کے پھیل کر فنا ہوئے بغیر کوئی مرحلہ مکمل نہیں ہوتا لہٰذا جب وہ مرحلہ مکمل نہیں ہوا ہوتا اور وہ اگلے مرحلے کا سبق شروع کردیتا ہے، تو اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اگلا مرحلہ شروع ہونے کے بجائے اُسی پہلے مرحلے میں اگلے مرحلے کا جو ظلّ اور مثال ہوتی ہے اُس میں مراقبہ شروع ہوجاتا ہے اب ظاہر ہے کہ جب دوسرا مرحلہ بھی نہیں ہوا تو اِس کے بعد آگے جتنے مرحلوں اور مقامات کا ارادہ کرتا جائے گا سارے مراقبے اُسی پہلے مرحلے میں موجود اُن کے ظلال و امثال

میں ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ خود کو دائرہ لاتعیّن کے مرحلے اور سبق میں مشغول سمجھے گا جبکہ حقیقت میں اُسی پہلے مرحلے کے اندر اُس کی مثال میں اُس کا مراقبہ ہو رہا ہوگا۔ یہ ساری خرابی اسی لئے پیدا ہوتی ہے کہ کسی مقام یا فیض کے پھیلنے کو یا اس طرح کی دیگر بعض ظاہری علامات کو مرحلہ اور سبق پورا ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے جبکہ اِس کی وجدانی طور پر واضح اور یقینی علامت اُس مرحلے کے مطابق اپنے باطن کے اُس حصّے کا نور کی طرح پھیلنا ہوتا ہے (نہ کہ معدوم ہونا) جو اُس مرحلے میں فیض کا مرکز ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«حضرت خواجہ (بہاؤالدین نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اہلُ اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں یہاں سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ شہود، معرفت اور حیرت صرف اپنے نفس میں ہے ان میں سے کوئی بھی باہر نہیں ہے جب تک ان تینوں میں سے ایک بھی باہر میں ہے اگرچہ اپنے آپ میں یہ رکھتا ہو اُسے فنا سے حصّہ حاصل نہیں ہے پھر بقا کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ فنا و بقا میں نہایت مرتبہ یہی ہے... لہٰذا بعض اہلُ اللہ فنا و بقا سے متحقق ہونے کے بعد (اپنے اندر کے ساتھ ساتھ) باہر بھی شہود رکھتے ہیں)» مکتوب: ۶ دفترِ اول)۔

مجذوب سالک کے یہ مرحلے پہلے حقیقت کے لحاظ سے طے ہوتے ہیں، اِسے سیرِ اجمالی کہا جاتا ہے پھر اوپر بیان کی گئی ترتیب کے مطابق قلب کی ولایت سے طے ہوتے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۴۱ھ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامی الکریم وعلیٰ اٰل واصحابہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین۔

نسبتِ جذبۂ اویسیہ کے مراحل کا بیان

اس نسبت اور اس کے ذریعے دورِ حاضر میں سیر وسلوک طے کرنے کی اہمیت اور وجۂ

تحریر واضح کرنے کے لئے یہ بات ظاہر کرنا ضروری ہے کہ جذبہ کی یہ نسبت رحمتِ عالَم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے بندہ پر خاص مہربانی ہے، اِس نسبت کے اہم مرحلوں کی طرف اِسی مبارک بارگاہ سے رہنمائی بھی فرمائی گئ ہے، اس مبارک نسبت کو باقاعدہ معمولات کے طور پر اختیار نہ کرنے پر مشفقانہ تنبیہ بھی فرمائی گئ، پھر اس نسبت کے ذریعے کیفیتِ احسان میں مشغولیت پر خوشی کا اظہار بھی فرمایا گیا، الحمدللہ رب العٰلمین۔

جذبہ کی یہ مبارک نسبت ابتداء سے انتہاء تک نہ آفاق سے تعلُّق رکھتی ہے، نہ ظلال سے، یہ نسبت اصل سے ہے اور اصلُ الاصول کے پردوں میں پنہاں ہے۔ اس نسبت میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجہ اسم کے اندر ہی محسوس ہوتا ہے، اسم سے باہر خارج میں مطلوب کو تلاش نہیں کرنا پڑتا بلکہ مطلوب ومقصود کو اسم کے اندر اسم کے ذریعے ہی محسوس کرنا ہوتا ہے۔ اس نسبت میں ترقی اور سیر مرادی ہے اور بنیادی طور پر نسبت کے ذاتی جذب کے ذریعے ہے۔

اس مبارک نسبت کے مرحلے درج ذیل ہیں:

تمہیدی مرحلہ:

اس نسبت میں مشغولیت سے پہلے کتاب کے شروع میں بیان کئے گئے کم ازکم سُلطانُ الاذکار تک یا سیر الی اللہ کے اسباق مکمل کئے جانا بہتر ہے، بلکہ پیچھے نسبتِ جذبہ کے جو سبق صفحہ میں ولایتِ صغریٰ تک بیان کئے گئے ہیں وہ مکمل کئے جائیں، تاکہ ادراک کی صلاحیت پیدا ہو۔

اس کے بعد درج ذیل طریقے سے اس نسبت کے حامل شیخ کی نگرانی میں اس نسبت میں مشغولیت اختیار کی جائے:

پہلا مرحلہ: اسمِ ذات لفظِ اللہ بیک وقت تمام لطائف سے ادا کیا جائے، اِس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظِ ''اللہ'' کے پہلے حرف کی ادائیگی کو قلب سے اسطرح محسوس کیا جائے کہ الف کی ادائیگی لطیفۂ روح پر مکمل بھی ہو جائے اور پھر لفظِ ''اللہ'' کے پہلے لام کے ساتھ بھی مِل جائے، پھر قلب وروح سے پیدا ہونے والی لفظِ ''اللہ'' کے اَلْ کی ادائیگی لطیفۂ سِرّ کے ساتھ مل جائے، پھر لطیفۂ

بِسِرّ سے لفظِ ''اللہ'' کے دوسرے لام کو یعنی پورے لام مشدّد کو بھی شامل کیا جائے، پھر لامِ مشدّد تک کی ادائیگی کو خفی اور اخفٰی لطیفے کی طرف دِھیان سے اسطرح لے جایا جائے کہ لامِ مشدّد کے بعد الف کی کچھ ادائیگی خفی سے ہو اور کچھ اخفٰی لطیفے سے ہو، پھر قلب سے اخفٰی تک کی پوری ادائیگی کو دماغ کی چوٹی تک اسطرح لے جایا جائے کہ دماغ کی چوٹی میں لطیفۂ نفس سے لفظِ ''اللہ'' کے ھاء کی ادائیگی شروع ہو اور پھر قلب سے نفس تک لفظِ ''اللہ'' کی جتنی ادائیگی ہوئی ہے یہ ساری دماغ کی چوٹی سے نیچے پورے قالب (جسم) میں پھیل کر مکمل ہو جائے۔ (یہاں نفس کے بعد قالب سے مراد عالَمِ خلق کے بقیہ چار لطائف: آگ، ہوا، پانی اور مٹی ہیں) اسطرح اسمِ ذات قلب سے لیکر خاک لطیفے تک ایک مرتبہ ادا ہوگا، مذکورہ طریقے سے بار بار یہ ذکر کرتا رہے، یہاں تک کہ قلب سے لیکر خاک لطیفے تک نور کی ایک لڑی بن جائے گی، جس میں پانی اور روشنی کی روانی کی طرح اسمِ ذات نور کی صورت میں الفاظ کے نقش کے بغیر قلب سے رواں ہو کر قالب میں پھیلتا جائے گا، گویا دس فانوس مل کر ایک فانوس بن جائے گا۔ یہ سلسلہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ لطیفۂ قلب دھیان میں وسیع ہونے لگ جائے گا۔

دوسرا مرحلہ: جب مذکورہ ترتیب کے بعد لطیفۂ قلب وسیع ہو جانے لگ جائے تو قلب کی اس وسعت سے لفظِ اللہ کی ادائیگی کے آغاز کو محسوس کرنا شروع کرے اور قلب کی اِس وسعت اور نورانی فضا کے ذریعے روح لطیفے کو دیکھے، پھر بقیہ اسمِ ذات کی ادائیگی کو اجمالاً روح لطیفے سے خاک لطیفے تک رواں صورت میں ادا ہوتا ہوا محسوس کرتا رہے، یہاں تک کہ قلب لطیفہ پوری طرح اسمِ ذات کا نور ہو کر روح لطیفے کے نور کے ساتھ مل جائے، اور دونوں لطیفے اسطرح ایک ہو جایں جسطرح دو مختلف برتنوں کا پانی ایک ہو جاتا ہے، یا دو مختلف روشنیاں ایک ہو جاتی ہیں اور اِن کا آپس کا فرق اور امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: جب لطیفۂ قلب و روح اسمِ ذات کا نور ہو کر روشنی یا فضا کی صورت میں مل کر ایک ہو جایں تو اِن کے اس مِلے ہوئے نور کی گول وسعت سے لفظِ ''اللہ'' کی ادائیگی کو شروع ہوتا ہوا محسوس کرے اور ساتھ ہی قلب و روح کی ملی ہوئی نورانی فضا کے ذریعے لطیفۂ

سِرّ کو دیکھے، پھر بقیہ اسمِ ذات کی ادائیگی کو اجمالاً لطیفۂ سِرّ سے لطیفۂ خاک تک رواں دواں محسوس کرتا جائے، یہاں تک کہ لطیفۂ قلب و لطیفۂ روح جو آپس میں مل گئے تھے اب لطیفۂ سِرّ کے ساتھ مل جائیں گے، اور تینوں لطیفے مل کر ایک نور ہو جایں گے، آپس کا فرق ادراک میں ختم ہو جائے گا، جسطرح قلب و روح کا ہوا تھا۔

چوتھا مرحلہ: جب لطیفۂ قلب، روح اور سِرّ ختم ہو کر ایک نور ہو جایں، تو حسبِ سابق یہ تینوں مل کر گول صورت میں پھیلے ہوئے ایک نور کی طرح محسوس ہوتے ہیں، ان کے اس نور کے پھیلاؤ کے درمیان لطیفۂ اسمِ ذات کی ادائیگی کے شروع ہونے کا ارادہ کرے، پھر اس نور کے پھیلاؤ کے درمیان لطیفۂ خفی کو دیکھے، اور پھر بقیہ اسمِ ذات کی ادائیگی کو ارادے کے ذریعے لطیفۂ خفی سے لطیفۂ خاک تک اجمالاً ادا ہوتا ہوا محسوس کرے، حسبِ سابق یہ ادائیگی لفظِ ''اللہ'' کے حروف کے فرق کے بغیر نور اور پانی کی طرح رواں صورت میں ادراک و احساس میں آتی ہے۔ یہاں تک کہ تینوں لطیفوں کی طرح لطیفۂ خفی بھی اُن میں ختم ہو جائے گا، اور یہ چاروں ایک نور ہو کر لطیفۂ اخفٰی کے ساتھ مل جائیں گے۔

پانچواں مرحلہ: قلب سے خفی تک کے چاروں لطیفوں کے یکے بعد دیگرے ایک دوسرے میں ختم ہو کر ایک نور ہو جانے کے بعد لطیفۂ اخفٰی اور بقیہ قالب کو ان کے احاطے میں محسوس کرے، اور لفظِ ''اللہ'' کے دوسرے لام کے بعد کی ادائیگی کو اخفٰی سے خاک لطیفے تک اجمالاً محسوس کرتا جائے، یہاں تک کہ لطیفۂ اخفٰی بھی وسیع ہو کر پہلے چار لطیفوں کے ساتھ ختم ہو جائے، اور سالک کا پورا قالب عالَمِ امر کے پانچوں لطیفوں کے ایک نور اسمِ ذات کے احاطے میں آجائے۔

چھٹا مرحلہ: جب لطیفۂ قلب سے اخفٰی تک پانچوں لطائف ایک نور ہو جایں تو اس نور کے احاطے میں اپنے پورے وجود کو ہٗ تصوّر کرے، اور احاطہ کرنے والے اس نور کو ایسا اسمِ ذات سمجھے کہ جس کی ھاء اس کے نور کے احاطے میں ہے، اور ادراک میں سالک کے قالب کی جگہ میں ہے۔ یہاں تک کہ یہ ہٗ بھی نور ہو کے لطائف عالَمِ امر کے احاطے میں پھیل جائے۔

ساتواں مرحلہ: چھٹے مرحلے میں جونور ہ بن کر پھیلتا ہے وہ درحقیقت سالک کا لطیفۂ نفس ہوتا ہے، اس مرحلے میں عالمِ امر کے لطائف کے درمیان نور کی صورت میں پھیلے ہوئے لطیفۂ نفس کو لفظِ ''اللہ'' کی ھاء کی ادائیگی کا ابتدائی حصّہ تصوّر کرے، اور پھر اس کے درمیان نفس کے پھیلے ہوئے نور کے اندر لفظِ ''اللہ'' کی ھاء کو مزید گہرائی کے ساتھ ادا ہوتا محسوس کرے، یہ ادائیگی لطیفۂ آگ کے ذریعے ہوگی، یہاں تک کہ یہ لطیفہ پھیل کر لطیفۂ نفس میں ختم ہوجائے۔

آٹھواں مرحلہ: ساتویں مرحلیں کی طرح لطیفۂ نفس اور لطیفۂ آگ کے ملے ہوئے نور کے درمیان ہوا لطیفے کو بھی لفظِ ''اللہ'' کی ھاء کی ادائیگی محسوس کرتا رہے، یہاں تک کہ وہ بھی ان دونوں کے ساتھ ضم ہوجائے اور تینوں ایک ہوجایں۔

نواں مرحلہ: مذکورہ دونوں مرحلوں کی طرح لطیفۂ پانی کو نفس، آگ اور ہوا لطیفے کے ایک نور کے درمیان دیکھے، اور ھاء کی ادائیگی کو وہاں سے بھی محسوس کرتا رہے، یہاں تک کہ حسبِ سابق لطیفۂ پانی بھی پہلے دو میں ضم ہوجائے۔

دسواں مرحلہ: حسبِ سابق عالَمِ امر کے لطائف جو لفظِ ''اللہ'' کا نور بن کر ایک ہوگئے ہیں، اور اس لفظِ ''اللہ'' کی ھاء اس نور کے درمیان لطیفۂ نفس، لطیفۂ ہوا اور لطیفۂ پانی کے ایک نور کی صورت میں پھیل گئ ہے، اس کو محسوس کیا جائے، پھر عالَمِ خلق کے لطیفۂ خاک کو بھی عالَمِ خلق کے پچھلے تینوں لطائف کے درمیان ھاء کی آخری ادائیگی کے طور پر محسوس کیا جائے، یہاں تک کہ وہ بھی پھیل کر پہلے تین میں ضم ہوجائے۔ اسطرح لفظِ ''اللہ'' کی ادائیگی پوری ہوجاتی ہے، اور ادراک میں عالَمِ امر کے لطائف ایک ہوکر، گول اور بے کیف فضا کی صورت میں لفظِ ''اللہ'' کی ھاء کے بغیر ادائیگی کے ساتھ پھیلے ہوتے ہیں، ان کے اِس پھیلاؤ کے درمیان ہ کی ادائیگی عالَمِ خلق کے چار لطائف کے پھیلاؤ کے ساتھ ادراک واحساس میں آجاتی ہے۔

فائدہ: مذکورہ دس مراحل کے بعد سالک کا پورا قالب اسمِ ذات کی ادئیگی ہوجاتی ہے، اِس کا ادراک اس طرح ہوتا ہے کہ عالَمِ امر کے لطائف ایک بے کیف نور ہوکر گول فضا کی طرح ایسا لفظِ ''اللہ'' ہوتے ہیں کہ اِس لفظِ ''اللہ'' کی ھاء اس کے احاطے میں عالَمِ خلق کے لطائف

ہوتے ہیں، جو ایک ہوکر اور نور بن کر پھیلے ہوتے ہیں، پھر ان دونوں ادراکوں (یعنی عالَمِ امر وخلق) کے نورانی لفظِ ''اللہ'' کے دونوں گول پھیلاؤ کے درمیان ایک ذاتِ محض کی حضوری اوردھیان کا احساس ہوتا ہے، یہ حضوری اوردھیان اقربیت کے طور پر سالک کے سینے کے اندر رہتا ہے، اوراس کے ذریعے سینے کی وسعت ہوتی رہتی ہے، گویا لطائف اسمِ ذات کا مظہر ہوتے ہیں اور سینہ اِس اسمِ ذات کے درمیان اپنے مُسَمّٰی کی حضوری اوردھیان کا مرکز ہوکر وسیع ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دس لطائف کی طرح یہ سینہ بھی دس مرحلوں میں مُسَمّٰی کی محض حضوری ہوجاتا ہے، اورامر وخلق کے اسم والے لطائف ادراک سے ختم ہوتے جاتے ہیں اور سینے کا حصّہ بنتے جاتے ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُہ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

نسبتِ نقشبندیہ مجدّدیہ آدمیہ بنوریہ

حضرت شیخ سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اُن خلفاءِ کرام میں سے ہیں جن کے ذریعے اُن کا فیض خوب پھیلا اور الحمد للہ آج تک جاری وساری ہے۔

حضرت سیّد آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غالب نسبت جو اُن کے سلسلے میں چلی وہ نسبتِ نقشبندیہ معلوم ہوتی ہے، رسالۂ حاضر سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ سلسلۂ معصومیہ میں احراریہ نسبت کا چلنا علم میں آتا ہے۔

خوش بختی سے بندہ کو ایک ایسا رسالہ ملا جو شیخ المشائخ سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے، اس نسبت کی صحت کی تحقیق تو نہیں ہو سکی، البتہ اس رسالہ کا انداز اور معرفت کی دقّت وگہرائی یہی بتاتی ہے کہ یہ رسالہ حضرتؒ کا تحریر کردہ ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ اس رسالہ کے انداز اور اسلوب کے قریب قریب بندہ کا اسلوب بھی واقع ہو گیا ہے، والحمد للہ علیٰ ذلک، لہٰذا اس رسالہ کا ترجمہ، ضروری تشریحات اور عنوانات کے اضافے کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ تشریحات کو بین القوسین کر دیا گیا ہے، تاکہ ترجمہ مُترجم کے تشریحی اضافوں سے ممتاز ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسبتِ نقشبندیہ اور نسبتِ مجدّدیہ بنوریہ کے لحاظ سے مراحلِ سلوک کا بیان
''رسالہ منسوب بہ سیّد آدم بنوری'' قَدَّسَ اللہُ تعالیٰ سِرَّہٗ
ترجمہ، عنوانات وتشریحات بین القوسین از محمد طیّب۔

لطیفۂ قلب

سمجھنا چاہئے کہ سلوک کا آغاز ابتدائی طور پر لطیفۂ قلب کے ذکر سے ہوتا ہے۔ لطیفۂ قلب (کا مقام) بائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔

ذکرِ قلبی کا طریقہ

اس لطیفے میں (ذکر کے دو طریقے ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ دل میں) اسمِ ذات (یعنی لفظِ ''اللہ'') کو دہراتے ہیں۔ (دوسرا طریقہ یہ ہے کہ) دل کے لوتھڑے کے اندر اس (مبارک) نام کی لفظی صورت (اللہ) کو نور سے لکھا ہوا خیال کر کے دل کی) نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (اِس ذکر کے دوران) جسمانی دل کی طرف اس طرح متوجہ ہونا چاہئے کہ (جیسے) وہ جسمانی دل (ذکر والے) حقیقی دل کے لئے کمرہ کی طرح ہو۔ اور مبارک نام ''اللہ'' کو اُس (حقیقی) دل پر (خیال سے پڑھ کر، یا لکھا ہوا خیال کر کے) ادا کرے۔

قلبی ذکر کرنے والے کے لئے اہم ہدایات

اس ذکر کے دوران کسی عضو کو حرکت نہ دے، پوری طرح دل کی طرف متوجّہ ہو کر تنہائی میں بیٹھے، دل کی (صنوبری) شکل کا تصوّر نہ کرے، اور نہ اس (خاص) شکل کی طرف توجہ دے، کیونکہ مقصود دل سے توجّہ کرنا ہے، دل کی صورت کا تصوُّر مقصد نہیں ہے۔ اللہ کے مبارک لفظ سے مراد بے مثل وبے مثال (ذات) کا دھیان کرے۔ اس (بے مثل ذات) کے (دھیان) کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کی) کسی صفت کو نہ ملائے اور نہ اس کو (دل اور خیال کی) نگاہ سے دیکھے،

تا کہ ذات تعالیٰ کی بلند بارگاہ (کے تصوّر) سے صفات کی طرف نیچے نہ آئے اور (پھر) وہاں سے کثرت میں وحدت کے مشاہدے میں پڑ جائے۔ (یعنی تا کہ ایسا نہ ہو کہ ہر طرف صرف ایک اللہ تعالیٰ کا سامنے ہونا تصوّر کی نگاہ میں آجائے، اور پھر اس پر مطمئن ہو جائے کیونکہ اس طرح ہونے سے بے چون ذات کے بجائے ایک مثال کی طرف توجّہ ہو جاتی ہے) اور (اس لئے بھی ایسا نہ کرے تا کہ) بے مثل ذات کی گرفتاری سے مشاہدے اور مثل کے ساتھ قرار نہ حاصل کرے۔

اگر ذکر کے دوران پیر کی صورت خود سے ظاہر ہو جائے تو اسے بھی قلب میں لیجائے اور قلب میں (توجّہ اور خیال کی) نگاہ رکھ کر ذکر کرتا رہے۔

یہ ذکر اس طرح کرتا رہے کہ اس مبارک نام (اللہ) کے تکرار کے دوران نگاہ کا مرکز بے کیف ذاتِ محض ہو جو تمام کمالات کی جامع ہے۔ اس (طرح کی حضوری والے) مرتبہ میں سالک کی استعداد کے حساب سے فنا اور بقا پیش آتا ہے۔

(قلبی ذکر حاصل ہونے کی اہم علامت)

ذکر میں جو بات پیدا ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ (سالک دل میں ذکر کی) لذت اور یکسوئی پائے اور (اللہ تعالیٰ کی) محبت غلبہ کرے۔

لا الٰہ الا اللہ کا ذکر بھی کرنا چاہیئے

نفی و اثبات (یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) سانس روک کر (جتنا ہو سکے بغیر آواز کے ایک سانس میں دل کی زبان سے) کرے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کا تعلُّق (دل سے) ختم ہو جاتا ہے، اور ذکرِ قلبی کو قوّت ملتی ہے۔

ذکر کا دوسرا مرحلہ لطیفۂ روح

اس (مرحلے) کے بعد لطیفۂ روح کا ذکر ہے۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو لطیفۂ قلب میں بیان ہو چکا ہے۔ لطیفۂ روح کا مقام (انسانی بدن میں) دائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔

اس (مرحلے) میں اگر تجلیات اور فنا حاصل ہو تو وہ ذکر کی قسم سے ہے، ورنہ یکسوئی

اور لذت حاصل ہونا ضروری ہے۔

تیسرا مرحلہ لطیفۂ نفس

اس (مرحلے) کے بعد لطیفۂ نفس میں ذکر کرنا ہے، اس کا مقام ناف میں ہے۔

چوتھا مرحلہ: لطیفۂ سر

پھر اس کے بعد لطیفۂ سری میں ذکر کرنا ہے، اس کا مقام سینہ میں ہے۔

پانچواں مرحلہ: لطیفۂ خفی

پھر لطیفۂ خفی میں ذکر کرنا ہے، اس کا مقام پیشانی میں ہے۔

چھٹا مرحلہ: لطیفۂ اخفی

پھر لطیفۂ اُخفٰی میں ذکر کرنا ہے، اس کا مقام دماغ میں ہے۔

(اِن سب لطائف میں ذکر کا طریقہ وہی ہے جو لطیفۂ قلب میں بیان کیا گیا ہے) اس مرتبہ میں تجلّیات اور فنا سالک کی استعداد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ (ان مرتبوں میں بھی) جو ضروری بات ہے وہ قلب و روح لطیفے کے تحت بیان کردی گئی ہے۔ (یعنی اس لطیفے میں لذت اور یکسوئی کا حاصل ہونا ضروری ہے)۔

جب لطائف اللہ (کے ذاتی نام سے نورانی ہوجایں تو اسے لطائف کی سیر کہتے ہیں۔

سلطانِ ذکر

اس کے بعد لطیفۂ اُخفٰی سے قدم تک (یعنی تمام لطائف اور پورے جسم) مجموعی نگاہِ (باطن سے دیکھتے ہوئے) وجود کے ہر ذرہ میں ذکر کریں۔

جب وجود کا ہر ذرّہ خود کو ذکر کرتا ہوا پائے تو اس کو ''سلطانِ ذکر'' کہتے ہیں۔ کبھی (کسی پر) سلطانِ ذکر کا اتنا غلبہ ہوجاتا ہے کہ جہاں نظر پڑتی ہے اور کان میں جو کچھ سنائی دیتا ہے، اور چھونے اور چکھنے میں ہاتھ اور زبان سے جو کچھ لگتا ہے وہاں سے اللہ کا ذکر ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

سلطانِ ذکر کے بعد یادداشتِ اسمی اور نفی واثبات یعنی سیرِ عالَمِ کبیر

اس کے بعد (دیکھا جائے کہ) اگر سالک (خواہشمند اور) مستعد ہے تو (اسمِ ذات کو) لطیفے سے دہرانے کا عمل ''یادداشتِ اسمی'' سے بدل جائے گا۔ (یادداشتِ اسمی کا مطلب یہ ہے کہ) اسطرح (دھیان کرے) کہ اللہ (کا مبارک) نام ہر لطیفے میں بلکہ اپنے مجموعی قالب میں (لکھا ہوا دیکھے) (یہ لکھائی) محض نورانی صفات کی روشنائی کے ساتھ (شیشے کی طرح) صاف پائے۔

یادداشت کے اس مرتبہ میں نفی اثبات (یعنی) کلمۂ طیّبہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) کے ساتھ بھی (ذکر) کرے۔ یہ (ذکر) خواہ ضرب اور سانس روک کر ہو یا اس کے بغیر ہو۔ البتہ (دونوں صورتوں میں) نفی اثبات میں لفظ ''اللہ'' کا مَد یادداشت کی طرح کرے۔ (یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ باطنی طور پر پورے قالب سے یا لطیفہ سے اسطرح کہے کہ لفظ ''اللہ'' کے لام کو مَدّ کے ساتھ لمبا ادا کرے اور اُس کی گونج کو خیال میں اوپر جاتا ہوا محسوس کرتا جائے جیسے ویرانے میں آواز گونجتی ہے اور چلتی ہے، یہاں تک کہ وہ باطنی نگاہ میں ہر طرف پھیل جائے۔)

جب اس مرتبے میں (اسمِ ذات کے) حرف اور (ادائیگی کی) آواز (وحرکت نور بن کر پھیل جائے اور حروف کی شکل وحرکت ختم ہوجائے اور اُس) کے بغیر اسم (ذات) کے نور کی صاف (پھیلی ہوئی) حضوری (اور دھیان) حاصل ہوجائے تو ذکر جسدی پورا ہوجائے گا۔ البتہ (یہ جسمانی ذکر در حقیقت) روحی ذکر کے ضمن میں ہوگا۔

ذکر کے مذکورہ طریقے کا ایک فائدہ

(ذکر کے) اس طریقے کی خصوصیات یہ ہے کہ سالک اس مرتبہ میں جذبہ کے غلبہ سے شطحیات اور بے فائدہ باتوں کا مرتکب نہیں ہوتا۔ محض شریعت کی اتباع میں عقیدت اور عبادت میں منہمک ہوتا ہے۔

.....اس پورے (مرحلے) کو ولایتِ خاصّہ کا ظِلّ کہتے ہیں۔

(مذکورہ طریقے کے مطابق ذکر کے لئے کامل شیخ کی راہنمائی اوروابستگی ضروری ہے)

اس طریقے میں طالب کا سلوک پر چلنا شیخِ مقتدا کے تصرُّف پر وابستہ ہے۔ اُس کے تصرُّف کے بغیر کام آگے نہیں بڑھتا۔ کیونکہ (سالک کی) ابتداء میں (شیخ کی) انتہا کا نور درج ہونا اُس (شیخ کی) مبارک توجّہ کا اثر ہوتا ہے، اور بے چون و بے چگون (حضوری اور دھیان والا) معنی حاصل ہونا اُسی کے کمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بیخودی کی کیفیت... جسے پوشیدہ راستہ سمجھا جاتا ہے... اِس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے، اور (اللہ سبحانہ کی ایسی حضوری اور) توجّہ کا حاصل ہونا جو چھ جہات سے خالی ہو اِس کا پایا جانا طالب کے بس کی بات نہیں۔ (چھ جہات سے خالی توجّہ حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دھیان حاصل ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف خیال اور توجّہ باطن کی نگاہ میں ہر طرف اسطرح پھیل جائے کہ ساری فضا میں چھ جہات یعنی اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے کا فرق ختم ہوجائے اور سب برابر ہوجائے، جب اسطرح ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ولایتِ خاصّہ کا ظِلّ حاصل ہوگیا ہے، اس ظلّ کا مشہور نام عالمِ کبیر ہے۔)

ولایتِ صغریٰ کا مرحلہ اور اس کا مطلب

اس کے بعد جوہرِ روح سے ذکر کا آغاز ہوتا ہے، (جوہرِ روح سے مراد لطیفۂ روح نہیں ہے بلکہ اس سے مراد حقیقت اور درّا کہ ہے جسے طائرِ لاہوتی بھی کہا جاتا ہے) جو جسم کے تمام مرتبوں (عالمِ امر و عالمِ خلق کے دس لطیفوں) کے ساتھ ضمنی تعلّق رکھتا ہے۔ (اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ (جوہرِ روح کے ذریعہ) مُسَمّٰی (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات) کا اسطرح دھیان کرنا کہ جو کسی لفظ، حرف، جہت، جگہ، اوپر اور نیچے (اِن سب) کے بغیر ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق ہے۔ ذکر کے اس طریقے کو حضورِ مُسَمّٰی اور یادداشت کہتے ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل کا ایک بنیادی فرق

طریقۂ (نقشبندیہ) کی خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں (اللہ تعالیٰ کا دھیان) ہر تصوُّر سے

پاک ہوتا ہے۔(وہ اسطرح کہ سالک کی باطنی نگاہ کے سامنے) بے کیف دھیان کے ذریعے صرف ایک مشاہدہ ہوتا ہے۔ (لہٰذا اس کے ذریعے یہ تصوُّر رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر تصوُّر سے پاک ہے)۔ جبکہ دیگر سلسلوں میں توحیدِ وجودی اور غیبت سے آغاز ہوتا ہے۔ (یعنی اِس تصوُّر سے ذکر ہوتا ہے کہ عالَم میں جو کچھ بھی ہے درحقیقت وہ سب ایک ہی وجود ہے، یا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجُّہ کی نگاہ مصروف کئے بغیر آواز سے ذکر ہوتا ہے) جیسا کہ ابنِ عربی قُدِّسَ سِرُّہٗ اور ان کے بعد والے بہت سے دیگر حضرات اس بارے میں بتاتے ہیں۔

ولایتِ صُغریٰ کا مرحلہ حاصل ہونے کی ضروری علامت

اس مرتبے میں سالک کی استعداد کے لحاظ سے احوال پیش آتے ہیں، البتہ جو بات (سب کے لئے پیش آنا) ضروری ہے وہ (دو ہیں، ایک) یہ ہے کہ ایک ہی مطلوب اور مشاہدے میں (دھیان اسقدر ہوجائے کہ) دوسری چیزوں سے پوری طرح ختم ہوجائے، اور مکمل انہماک حاصل ہوجائے۔ (دوسری بات جس کا پیش آنا ضروری ہے) سالک کی اپنی ذات اور صفات فنا ہوکر (اللہ تعالیٰ کا) ہر تصوُّر سے پاک دھیان حاصل ہوجائے۔ (یہ) اس وجہ سے کہ وہ پاک ذات ہر تصوُّر سے ماورا ہے۔

جب تک اس مرتبہ میں (اللہ تعالیٰ کا) ہر تصوُّر سے پاک دھیان مشاہدے میں اور باطنی نگاہ کے سامنے حاصل رہے تب تک اس مرتبے کا نام ولایتِ خاصّہ ہے۔ اور اسی ولایت کو حضرت والا (حضرت مجدّد الف ثانی) قُدِّسَ سِرُّہٗ کی اصطلاح میں ولایتِ صُغرٰی کہتے ہیں۔

ولایتِ روح (یعنی ولایتِ کُبریٰ کی دائرۂ اولیٰ)

(اس کے بعد) جب خیال سے پھرنے والی توجّہ کا رُخ ختم ہوجائے (یعنی پچھلے مرتبے میں جو حضوری حاصل تھی اس کی طرف توجّہ نہ جائے) اور (باطنی نگاہ سے اللہ تعالیٰ کا) دھیان نہ حاصل ہونے کی کیفیت (جسے نایافت کہا جاتا ہے) سے سرفراز ہوجائے تو اس کا نام ولایتِ اَخصّ ہے۔

چونکہ ولایتِ اَخصّ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف باطنی) توجُّہ (کی کیفیت) معلوم نہیں ہوتی، بلکہ وہ توجّہ (غیر متعیّن اور) نامعلوم کیفیت ہونے کی وجہ سے گُم ہوجاتی ہے اس لئے اُس کی کیفیت (متعیّن اور) معلوم نہیں ہوتی اس لئے اِس ولایت کو ولایتِ مجہولہ (بھی) کہتے ہیں۔

ولایتِ سِرّ (یعنی ولایتِ کبریٰ دائرۂ ثانیہ)

(ولایتِ اَخصّ کے مذکورہ مرتبے میں) سالک (باطنی کیفیات نہ سمجھنے والے) عام آدمی کے علم (والی حالت) کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کے) عمومی فضل سے اپنی طاقت کے مطابق (فیضیاب ہوتا ہے اور اسی حالت میں) رہتے ہوئے (اپنے باطنی) کام کو یہاں تک پہنچاتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) خاص فضل کو پالیتا ہے۔ (عمومی فضل کا مطلب یہ ہے کہ اُسے فیض اور رحمت کا ادراک نہیں ہوتا، یہاں تک کہ جب یہ ادراک شروع ہوجاتا ہے تو اس بات کو یوں کہا جاتا ہے کہ اس نے خاص فضل کو پالیا ہے اور وہ فضلِ خاص اس طرح ہوتا ہے) کہ اُس پر حقیقتِ انسانی کو منکشف فرما دیتے ہیں، (پھر یہ حقیقت) کئی مرتبوں کو طے کر کے علمِ واجبی کا مظہر ہونے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ (یعنی اس حقیقت کی طرف باطنی نگاہ کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دھیان اور حضوری نصیب ہوتی ہے) یہاں تک کہ (سالک اِس حقیقت کی طرف نگاہ کرتے ہوئے خود کو اور سارے عالَم کو اس حقیقت کے اندر فنا دیکھنے کے بعد اپنی حقیقت کی طرف اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کی) ایک پوشیدہ توجُّہ سے آگاہ ہوجاتا ہے، (پوشیدہ توجّہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ توجُّہ کسی نور وغیرہ کے ذریعے اور اپنی توجُّہ مبذول کر کے معلوم نہیں ہوتی، بلکہ اس توجہ کا خود بخود ہونا محسوس ہوتا ہے۔)

ولایتِ خفی کا بیان (ولایتِ کُبریٰ دائرۂ ثالثہ)

(پھر باطنی نگاہ کے سامنے سے تاحدِّ نگاہ پھیلی ہوئی حقیقت رفتہ رفتہ غائب اور ختم ہونے لگتی ہے، لہٰذا اب سالک) حقیقت والی توجّہ کے بغیر (صرف پوشیدہ توجّہِ الٰہی۔جس کا بیان ابھی گزرا۔) کے ساتھ سرفراز ہوجاتا ہے۔ (حقیقت والی توجّہ کے بغیر محض پوشیدہ توجّہِ الٰہی وہ ہوتی

ہے) جو بارگاہِ الٰہی کی حضوری کا علم (اور آگاہی) ظاہر ہونے پر موقوف ہوتی ہے، اور حضورِ علمی ہوتی ہے (نہ کہ حضورِ ذاتی۔ یعنی یہ تصوّر شروع ہوجاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی توجّہ سالک کی طرف معلوم ہونے لگتی ہے پھر یہ علم رفتہ رفتہ سالک کے لطائف اور پورے مبدإِ تعیّن میں پھیلتا جاتا ہے، یہاں تک کہ سالک اور اس کا سارا مبدإِ تعیّن لطیفۂ خفی میں آجاتا ہے اور اس علمی حضوری میں فنا ہوجاتا ہے اور ساری فضا میں صرف علمی حضوری محسوس و مشاہَد ہوتی ہے)۔

ولایتِ اخفیٰ (قوس)

(اس کے بعد) مذکورہ توجُّہ نگاہ سے ہٹنے لگتی ہے، اور (سالک) اپنے ارادے والی) توجّہ کے بغیر خود کو بے کیف حقیقی ذات کا دھیان (خودبخود) حاصل ہونے والا پاتا ہے۔ اس طرح پاتا ہے کہ (جیسے اُسے اپنے ارادے کے بغیر خودبخود) بے کیف ِحقیقی ذات کا دھیان (اور حضوری) حاصل ہے۔ (اور یہ دھیان و حضوری اسمِ ذات کے) حرف (یعنی لفظ اللہ کے بے کیف نورانی حرف) کے تعیّن کے واسطے سے (ہوتا ہے۔ پہلے پورا مبارک لفظ ''اللہ'' کے مجموعے کا تعیُّن وسیع ہوتا جاتا ہے اور حضوری کا واسطہ ہوتا ہے، اس کے بعد درجہ بدرجہ اس کے چاروں حروف تاحدِّ نگاہ وسیع ہوکر بے کیف ذات کے خودبخود دھیان کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ واضح رہنا چاہئے کہ اسمِ ذات کے حرف کا ظاہر ہونا مبتدی اور متوسط کے لئے بھی ہوتا ہے لیکن وہ اِس ولایت کی نسبت کا ابتدائی نور انتہاء کو ابتداء میں درج کرنے کے طریق پر ہوتا ہے، اور اس میں صرف حرف ظاہر ہوتا ہے، نہ کہ تعیُّن ۔ اور اس میں خودبخود حضوری بھی نہیں ہوتی، بلکہ ارادہ اور توجّہ کرنے سے ہوتی ہے اور وہ بھی بجائے ذات کے اسم کی طرف توجّہ سے ہوتی ہے، جبکہ یہاں حضوری میں اسم اور اس کے حرف کی طرف توجّہ سے حضوری نہیں ہوتی ، بلکہ بلا توجّہ خودبخود حضوری ہوتی ہے۔ اور اسم و حرف کا تعیُّن ظاہر ہوتا ہے۔)

ولایتِ اخفیٰ حاصل ہونے کے بعد سالک پر اہم نکتے کا انکشاف

اِس (بے کیف حضوری) کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میری یہ حضوری میرے عام علم کے

بغیر اللہ تعالیٰ کے علم کی حضوری کے ذریعے ہے (یعنی ولایتِ خفی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حضوری کا جو علم ہوا تھا، ولایتِ اخفٰی میں وہ علم خود اللہ تعالیٰ کی حضوری اور دھیان معلوم ہوتا ہے، یعنی سالک کو تصوّر رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ) جو تمام اشیاء کو ایسی توجّہ کے ساتھ جانتے ہیں جو حقیقتِ انسانی کے تمام مرتبوں میں ہے (یعنی سالک کے تمام لطائف اور اس کے مبدإِ تعیُّن میں اللہ تعالیٰ کے علم و آگاہی کا دھیان رفتہ رفتہ پھیلتا جاتا ہے)

ولایتِ اخفٰی کے بعد دو راستے ہیں

(اِس کے بعد اگر) مُرشد کے مقام کے ذریعہ عروج ہاتھ آجائے تو (یہ اللہ تعالیٰ کا) فضلِ محض ہے۔

حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

(دوسرا راستہ) ورنہ مُرشد کی رہنمائی سے نچلے مراتب سے عروج کرتے ہوئے حقیقتِ انسانی سے باخبر ہو جائے (تاکہ اس کے ذریعے حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرحلے سے آگاہ ہو سکے) کیونکہ یہ پہلا مرتبہ ہے جو بغیر کسی حجاب کے نورِ اوّل کی اتباع میں نورِ اوّل کے ضمن میں ہے۔ نورِ اوّل (سے مراد) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

علمِ حضوری اور حضورِ علمی کا یہ مرتبہ (جس کا بیان ولایتِ اخفٰی کے بیان کے بعد گزر چکا) ولایتِ انبیاء کے کمالات سے بہرہ یاب ہے۔ اس مرتبہ میں جسطرح سالک کو اُس صفتِ علم کا مظہر ہونا نصیب ہوتا ہے، اسی طرح سالک واجب تعالیٰ کی اجمالاً اور تفصیلاً تمام صفات کے مظہر ہونے کو اپنی تمام صفات پانے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ (کسی نور یا کیفیت وغیرہ کی طرف توجّہ کئے بغیر محض) نگاہِ بے توجہی سے... صرف حضوری کے ذریعے... خود کو اور اپنے علاوہ کو ذات اور صفات دونوں اعتبار سے (یعنی اپنے پورے باطن کو خواہ عالَمِ خلق ہو یا عالَمِ امر ہو اس طرح دیکھتا ہے کہ تاحدِّ نگاہ وسیع فضا کی طرح پھیل کر ختم محسوس کرتا ہے، پھر اپنی اسی باطنی فضا کو) کسی بھی چیز کے ساتھ مشابہت کے بغیر... بالکل بے کیف... صرف (احساس اور دھیان والے)

اطلاق کے اعتبار سے...اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذاتی وصفاتی کمالات کا مظہر پاتا ہے۔

کمالاتِ نبوّت اور بے کیف ذات کی حضوری کی نگاہ کے واسطے سے اُس سالک کی نظر مظہر ہو کر غالب ہونے لگتی ہے۔

چونکہ اس مرتبہ سے صفات کا وصول غالب ہے۔لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ معلوم ہوجائے کہ (مذکور کی) ذات اپنی ذات کے واسطے سے اپنی ذات کی قابلیتوں (یعنی دوائر اور مقامات جیسے ولایتِ صغریٰ وغیرہ کی وسعت اور پھیلاؤ) کے (احساس) کے ساتھ خود علم ہے اور صفات اس کی ذات کی قابلیتیں ہوگئ ہیں (تو اس وقت) اُس (سالک) کا تعیّن کسی توجّہ کے بغیر فضا کی نگاہ اور مظہریت کے ثابت ہونے میں عروج کرتا ہے (یہاں تک کہ پھر) نایافت کی حقیقت (اور کیفیت) حاصل کر کے تمام قابلیتوں کی جامع ذاتِ محض کی حضوری سے سرفراز ہوجاتا ہے۔(اور پھر) علم باللہ (یعنی شہود والی حضوری) کے بجائے ایمان باللہ (یعنی یقین والی حضوری) کے ساتھ حاضر ہوجاتا ہے۔

اِس وقت وہ (سالک حضوری کے طور پر) محمد مُصطَفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ نبوّت سے فیضیاب ہوتا ہے۔اور جامع صفات ذات کی اصل ہوجاتا ہے۔

میرے عزیز ولایتِ انبیاء اور نبوّتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے کمالات تک (سیر کے) پہنچنے کو آسان نہ سمجھیں۔اِن مرتبوں کی باریکی اور دِقّت (مؤلف یعنی حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) نکات الاسرار سے واضح ہوجاتی ہے، اگر دل چاہے تو وہاں سے دیکھ لے۔ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء...

(اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے مذکورہ رسالہ کا ترجمہ مع اضافات آج ۲۱ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ کو مکمل ہوا۔والحمدللہ رب العلمین)

از: محمد طیّب

جامع مسجد گورنر ہاؤس کوئٹہ